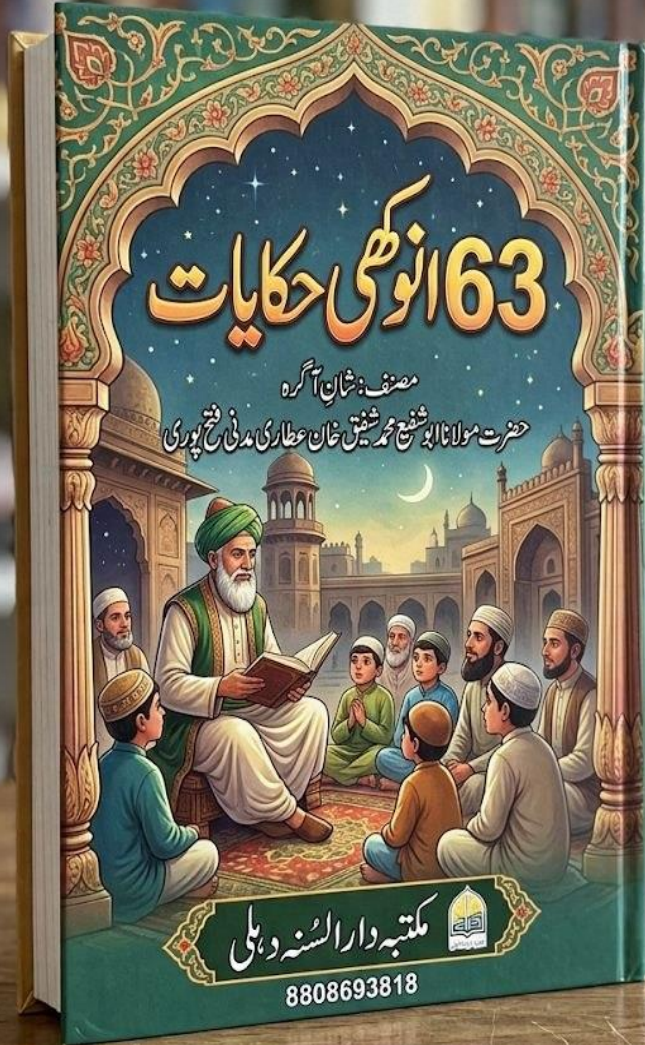




اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْعَلِیِّ

وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الشَّہِیْقِ اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مکتبہ دار السنہ کی جانب سے پیش ہے

انوکھی، دلچسپ اور سبق آموز حکایتوں پر مشتمل کتاب بنام:

63 انوکھی حکایات

آپ اس کتاب میں پڑھ سکیں گے:

- ☆ امام اعظم اور دہریہ کا مناظرہ
- ☆ امام سیبویہ کی مغفرت کا راز
- ☆ حضرت حاتم اصم کی نماز
- ☆ چور ولی بن گیا
- ☆ بادشاہ کے تین سوال
- ☆ ہر ضرورت و حاجت پوری ہو
- ☆ بھوکے شیر کا بیٹا
- ☆ ہر شے کی چار شکلیں
- ☆ اعلیٰ حضرت کی بسم اللہ خوانی
- ☆ علی المرتضیٰ کے فیصلے
- ☆ کتابیں بیچنے کا دھوکہ
- ☆ تین قبروں کی حکایت
- ☆ زمین سے دینار نکل آئے
- ☆ پنسل کی خصوصیات
- ☆ مہمان کے لئے ڈنڈا
- ☆ چار مرد چار خواہشات
- ☆ کھانا کس نے بھیجا تھا؟
- ☆ استاد، پھول اور میٹھا شہد

مصنف

شانِ آگرہ، خلیفہ انوارِ ملت و نعمانِ ملت حضرت مولانا ابو شافع

محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

مکتبہ دار السنہ دہلی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَلْطَّيْفِ وَ الصَّلٰوَةُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ السَّيِّدِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مکتبہ دار السنہ کی جانب سے پیش ہے
انوکھی، دلچسپ اور سبق آموز حکایتوں پر مشتمل کتاب بنام:

63 انوکھی حکایات

2026 عیسوی

1448 ہجری

Page: 156 MRP:

MAKTABA DARUSSUNNA

Near Faizan e Madina, Block F 1, Tajnagri 2,
Tajganj Agra 282001

CONTACT NUMBER: +91 8808693818

نوٹ: میں اپنے جملہ قارئین سے التجا کرتا ہوں کہ اس کتاب کی کمپوزنگ سے لے کر تصحیح تک کے سارے مراحل بنظر غائر طے کئے گئے ہیں لیکن بتقاضائے بشریت غلطی کا امکان موجود ہے لہذا جو بھی اس کتاب کی اغلاط سے مطلع ہو وہ اس mail id پر ضرور اطلاع فرمائیں تاکہ اگلے ایڈیشن میں اس کی تصحیح کی جاسکے۔

EMAIL: SHAFIQMADANI26@GMAIL.COM

دعائے خیر کا طالب:

ابو شفیق محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

فہرست

2	63 انوکھی حکایات
3	63 انوکھی حکایات
9	مصنف کا تعارف
9	نام و نسبت
9	دینی ماحول سے وابستگی
10	آغازِ تدریس و تصنیف
10	خلافت و اجازت
11	خدمتِ دین
12	دردِ شریف کی فضیلت
13	(1) امام اعظم اور دہریہ کا مناظرہ
14	(2) امام سیبویہ کی مغفرت کا راز
15	(3) حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نماز
16	(4) چور ولی بن گیا
18	(5) بادشاہ کے تین سوال
23	(6) چھوٹا پتھر یا چٹان
25	(7) بھوکے شیر کا ایشار

- (8) ہر شے کی چار شکلیں 27
- (9) اعلیٰ حضرت کی بسم اللہ خوانی 29
- (10) کراہیب کے 62 سوالات 31
- (11) ماں کو قتل کرنے کا انجام 45
- (12) دروازہ نہ کھل سکا 52
- (13) ۲۵ مرتبہ میں چڑیا کہنا سیکھا 53
- (14) محمود غزنوی کے تین سوالات 54
- (15) قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت 56
- (16) حضرت علی المرتضیٰ کے فیصلے 58
- (17) لالچ بری بلا ہے! 60
- (18) انوکھی صدا 61
- (19) کتابیں بیچنے کا دکھ 64
- (20) تین قبروں کی حکایت 66
- (21) کتابیں بیچنے سے بہتر عہدہ قضا 73
- دو کلو سے زائد سونے کے بدلے کتاب 73
- تین ہزار درہم کی کتاب 74
- حفظ حدیث میں انہماک 74

- 74 (22) زمین سے دینار نکل آئے
- 77 (23) بڑائی جتانے کا برا انجام
- 78 (24) پنسل کی خصوصیات
- 80 (25) مہمان کے لیے ڈنڈا
- 82 (26) آزمائش کامیابی کا واحد راستہ ہے
- 83 (27) قرآن مجید اور مسلمانوں کی حالت
- 85 (28) اسکول، استانی اور قمرہ اندازی
- 86 (29) چار مرد، چار خواہشات
- 87 (30) کھانا کس نے بھیجا تھا؟
- 89 (31) استاذ، پھول اور میٹھا شہد
- 91 (32) قابل تحسین غلطی
- 93 (33) انسانیت کی خدمت
- 95 (34) کنجوس کا بیٹا مہانجوس
- 96 (35) بوڑھیا کی حکمت بھری باتیں
- 97 (36) سکون کی تلاش
- 99 (37) خدا کی جنت
- 101 (38) گھر کی تربیت

- 103 (39) ایک ماں کی تڑپ
- 105 (40) سلام کرنا کبھی مت بھولنا
- 107 (41) ایک عجیب و غریب مزاحیہ اور علمی قصہ!
- 110 (42) سورہ یاسین کا کمال
- 111 (43) یہی آنسو چاہئے تھے
- 112 (44) قاضی کا ایک عجیب و دلچسپ فیصلہ!!
- 113 (45) تقویٰ کی برکت
- 115 (46) عمر بن عبدالعزیز کا تقویٰ
- 115 (47) اربعہ بصریہ کا تقویٰ
- 117 (48) عربوں کی عادت
- 118 (49) ایک سچی حقیقت
- 120 (50) مجھے نیک انساں بنا میرے مولا!
- 122 (51) ایک کپ کافی
- 124 (52) ایک مہینے سے کھیر کھا رہی ہوں
- 125 (53) جزل اور چرواہا
- 126 (54) حکیم سقراط کی حکمت و فراست
- 128 (55) برستی آنکھوں سے کیوں دیکھتے ہیں؟

- 129 (56) تین ہمنام بھائی
- 133 (57) قرآن کی عظمت
- 135 (58) عدنان خا شقی کا عروج و زوال
- 137 (59) بوڑھے والدین کے ساتھ حسن سلوک
- 139 (60) اللہ سے ملاقات
- 140 (61) سمجھداری یا چالاکی
- 142 (62) عالم کی شایانِ شان
- 144 (63) ایک قابلِ رشک
- 148 مصنف کی کتابوں کا تعارف

مصنف کا تعارف

نام و نسبت

نام محمد شفیق خان، والد کا نام محمد شریف خان ہے، سلسلہ قادریہ رضویہ عطاریہ میں شیخ طریقت امیر اہلسنت بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ سے 2004ء میں بیعت ہونے کی وجہ سے اپنے نام کے ساتھ عطاری لکھتے ہیں، آپ کی ولادت قصبہ لکڑی ضلع فتح پور ہنسوا صوبہ یوپی ہند میں ہوئی، آپ کی تاریخ پیدائش 10 جون 1986ء ہے۔

دینی ماحول سے وابستگی

موصوف نے ابتداءً ہندی انگلش کی تعلیم حاصل کر کے سن 2000ء میں AC کا کام سیکھنے اور کرنے کے لئے بمبئی چلے گئے تھے اور وہاں پر 4 سال قیام کیا پھر 2004ء میں اپنے وطن لوٹے، اور وطن میں ہی دعوت اسلامی کا دینی ماحول ملا، دعوت اسلامی کے دینی ماحول سے وابستہ ہونے کے بعد مختلف کورسز کئے اور 2006ء میں اپنے ہی علاقہ کے دارالعلوم بنام جامعہ عربیہ گلشن معصوم قصبہ للولی میں قاری اقبال احمد عطاری سے قرآن پاک ناظرہ اور حضرت مولانا عتیق الرحمن مصباحی سے درس نظامی کے درجہ اولیٰ اور کچھ درجہ ثانیہ کی کتابیں پڑھیں، اس کے بعد مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے چریاکوٹ ضلع موثر شریف لے گئے اور وہاں درجہ ثانیہ مکمل کرنے کے بعد اہلسنت کے عظیم علمی ادارے الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ میں مطلوبہ درجہ ثالثہ کا ٹیسٹ دیا اور بفضلہ تعالیٰ کامیاب ہونے کے بعد درجہ ثالثہ وہیں پڑھی، پھر

درجہ رابعہ دارالعلوم غوثیہ (جو ضلع اعظم گڑھ کے گاؤں سرتیا میں واقع ہے) میں مکمل کی پھر اس کے بعد دعوتِ اسلامی کے جامعۃ المدینہ فیضانِ عطار نیپال گنج، نیپال میں داخلہ لیا اور درجہ خامسہ سے دورہ حدیث تک کی تعلیم وہیں مکمل فرمائی۔

آغازِ تدریس و تصنیف

2014ء میں فراغت کے بعد تدریس کے لئے دعوتِ اسلامی کے جامعۃ المدینہ فیضانِ صدیق اکبر آگرہ تشریف لے گئے اور ایک سال وہاں تدریس فرمائی، پھر مزید تدریس کے لئے دعوتِ اسلامی کے مدنی مرکز کے حکم پر بنگلہ دیس کے دار الحکومت ڈھاکہ کے جامعۃ المدینہ تشریف لے گئے، اور وہیں پر دعوتِ اسلامی کے جامعات کے درجہ ثانیہ میں داخلِ نصاب علم صرف کی کتاب بنام ”مراح الارواح“ کی اردو شرح بنام ”شَفِیقُ الْمَصِیْبِ شَرَحَ مَرَامِ الْاَهْوَاہ“ تصنیف فرمائی۔ اس کے بعد پھر جامعۃ المدینہ فیضانِ صدیق اکبر آگرہ تشریف لا کر درس و تدریس، تالیف و تصنیف میں مشغول ہو گئے۔ درسِ نظامی کی تدریس کے ساتھ ساتھ امامت کورس بھی کرواتے رہے۔

خلافت و اجازت

ستمبر 2014ء میں خلیفہ مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی انوار الحق صاحب نے اور 25 اپریل 2024ء کو شاگردِ حافظِ ملت، مرید مفتی اعظم ہند، خلیفہ برہانِ ملت، مبلغِ اسلام حضرت علامہ مولانا عبدالمبین نعمانی دامت برکاتہم العالیہ نے سلسلہ قادریہ، رضویہ کی خلافت و اجازت سے نوازا۔

خدمتِ دین

حضرت جس طرح ایک مدرس اور مصنف ہیں اسی طرح مقرر اور مبلغ بھی ہیں۔ آپ کے اصلاحی بیانات خوفِ خدا و عشقِ مصطفیٰ ﷺ سے لبریز ہوتے ہیں۔ سننے والوں پر رقت طاری ہوتی اور دین سے قربت نصیب ہوتی ہے۔ نیز وقتاً فوقتاً مختلف دینی تحریکیں چلاتے رہتے ہیں۔ اور ابھی حال ہی میں ”دین سیکھو اور انعام پاؤ“ کے نام سے گھر گھر دینی تعلیم پہنچانے کی تحریک شروع فرمائی ہے۔ تادم تحریر حضرت کی اردو ہندی دونوں زبانوں میں تصنیف کی تعداد 100 سے تجاوز کر چکی ہے۔ اللہ پاک اس تحریک کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر ترقی عطا فرمائے۔ نیز اللہ سے دعا ہے کہ حضرت کو بے بہا برکات و ثمرات سے نوازے اور اس کارہائے نمایہ کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا کر کے حضرت کے لئے توشہ آخرت بنائے آمین بجاہ النبی الامین ﷺ۔

جامعۃ المدینہ فیضانِ صدیق اکبر آگرہ

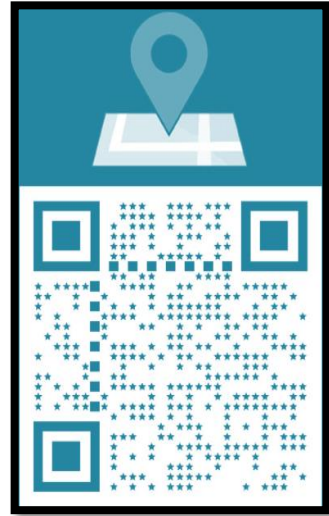
QR Code کا Location

جس جامعۃ المدینہ میں شانِ آگرہ حضرت مولانا

ابو شفیق محمد شفیق خان عطاری مدنی فچپوری

2014 سے اب تک (2026) تدریس

فرماتے ہیں



الحمد لله اللطيف والصلوة والسلام على رسوله الشفيق

اما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم

الصلوة والسلام عليك يا رسول الله وعلى اهلك واصحابك يا حبيب الله

الصلوة والسلام عليك يا رسول الله وعلى اهلك واصحابك يا حبيب الله

دروذ شریف کی فضیلت

حضرت سیدنا فضالہ بن عیینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سید النبیین، رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم (مسجد میں) تشریف فرماتھے کہ ایک آدمی آیا، اس نے نماز پڑھی اور پھر ان کلمات سے دُعا مانگی: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَنِيْ، یعنی اے اللہ عزّوجلّ! مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عَجَلْتُ اَيُّهَا الْبَصَلِيّ اے نمازی تُو نے جلدی کی۔ اِذَا صَلَّيْتَ فَقَعْدَتْ فَاحْصِدِ اللّٰهُ بِهَا هُوَ اَهْلُهُ، وَصَلِّ عَلَيَّ ثُمَّ ادْعُ، جب تُو نماز پڑھ کر بیٹھے تو (پہلے) اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد کر جو اس کے لائق ہے، پھر مجھ پر دُرودِ پاک پڑھ اور اس کے بعد دُعا مانگ۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد ایک اور شخص نے نماز پڑھی، پھر (فارغ ہو کر) اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی اور حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر دُرودِ پاک پڑھا، تو سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اَيُّهَا الْبَصَلِيّ ادْعُ تُجَبِّ، اے نمازی! تُو دُعا مانگ، قبول کی جائے گی۔

(ترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء فی جامع الدعوات۔ الخ، ۲۹۰/۵، حدیث: ۳۴۸۷)

اے عاشقانِ رسول! بیان کردہ روایت سے معلوم ہوا کہ اگر دُعا مانگنے والا قبولیت کا طالب ہے تو اسے چاہئے کہ دُعا کے اوّل میں حمدِ الہی بجالائے اور سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ صلی

اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر دُرودِ پاک پڑھے پھر دعا مانگے، اس کی دعا قبول ہوگی۔
 بچیں بے کار باتوں سے پڑھیں اے کاش کثرت سے
 ترے محبوب پر ہر دم دُرودِ پاک ہم مولیٰ
 صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

(1) امام اعظم اور دہریہ کا مناظرہ

امام اعظم رضی اللہ عنہ کا ایک دہریہ (یعنی اللہ کی ہستی کے منکر) کے ساتھ مناظرہ ہوا اور موضوعِ مناظرہ یہی مسئلہ تھا کہ عالم کا کوئی خالق ہے یا نہیں؟

چنانچہ میدانِ مناظرہ میں لوگ جمع ہو گئے مگر امام اعظم رضی اللہ عنہ وقتِ مقررہ سے بہت دیر کے بعد تشریف لائے، دہریہ نے پوچھا کہ آپ نے اتنی دیر کیوں لگائی؟ تو آپ نے فرمایا اگر میں اس کا جواب یہ دوں کہ میں ایک جنگل کی طرف نکل گیا تھا وہاں مجھے ایک عجیب واقعہ نظر آیا جس کو دیکھ کر میں حیرت میں آکر وہیں ٹھہر گیا، اور وہ واقعہ یہ تھا کہ دریا کے کنارے ایک درخت تھا دیکھتے ہی دیکھتے وہ درخت خود بخود کٹ کر زمین پر گر پڑا پھر خود اس کے تختے تیار ہوئے پھر ان تختوں کی خود بخود کشتی تیار ہوئی اور خود بخود ہی دریا میں چلی گئی اور پھر خود بخود ہی وہ دریا کے اس طرف کے مسافروں کو اُس طرف اور اُس طرف کے مسافروں کو اس طرف لانے اور لے جانے لگی، پھر ہر ایک سواری سے خود ہی کرایہ بھی وصول کرتی تھی۔

بتاؤ تم میری اس بات پر یقین کرو گے؟ دہریہ نے یہ سن کر ایک قہقہہ لگایا اور کہنے لگا، آپ جیسا بزرگ اور امام جھوٹ بولے تو بڑا تعجب ہے! بھلا یہ کام کہیں خود بخود ہو سکتے ہیں؟ جب تک کوئی کرنے والا نہ ہو کسی طرح نہیں ہو سکتے۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ تو کچھ

بھی کام نہیں ہے، تمہارے نزدیک تو اس سے بھی زیادہ بڑے بڑے عالیشان کام خود بخود بغیر کسی کرنے والے کے تیار ہوتے ہیں، یہ زمین، یہ آسمان، یہ چاند، یہ سورج، یہ ستارے، یہ باغات، یہ صد ہا قسم کے رنگین پھول اور شیریں پھل، یہ پہاڑ، یہ چوپائے، یہ انسان اور یہ ساری خدائی بغیر بنانے والے کے تیار ہو گئی ہے۔

اگر ایک کشتی کا بغیر کسی بنانے والے کے خود بخود بن جانا جھوٹ ہے تو سارے جہان کا بغیر بنانے والے کے بن جانا اس سے بھی زیادہ جھوٹ ہے۔ دہر یہ آپ کی تقریر سن کر دم بخود حیرت میں آگیا اور فوراً اپنے عقیدے سے تائب ہو کر مسلمان ہو گیا۔

(تفسیر کبیر جلد ۱- ص ۲۲۱) (شرح الفقہ الاکبر للقراری ص ۱۴)

(اصول الدین عند ابی حنیفہ جز ۱ ص ۲۲۲) (شرح العقیدۃ الطحاوی ص ۲۵، ۲۶)

(۲) امام سیبویہ کی مغفرت کا راز

امام سیبویہ کو کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا ما فعل اللہ بک؟ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ جواب دیا ”اللہ تعالیٰ نے مجھے کثیر بھلائی عطا فرمائی کیونکہ میں نے اس کے نام پاک کو اعرف المعارف (خاص الخاص) قرار دیا تھا“۔ (اللباب فی علوم الکتاب جلد ۱- ص ۱۳۸)

اسم جلالت اللہ کے متعلق نحو یوں نے بڑی معرکتہ الآراء بحث کی ہے کسی نے کہا کہ اسم جلالت اللہ مشتق ہے اور کسی نے کہا کہ مشتق نہیں ہے، کسی نے کہا کہ اسم ہے اور کسی نے کہا کہ علم ہے، کسی نے کہا کہ اسم جلالت نکرہ تھا پھر الف ولام لگا کر اس کو معرفہ بنایا گیا ہے اور کسی نے کہا کہ یہ پہلے ہی سے معرفہ ہے لہذا مزید معرفہ بنانے کی حاجت نہیں ہے، مگر امام سیبویہ نے فرمایا کہ اسم جلالت پہلے سے معرفہ تھا اور الف ولام لگا کر اعرف المعارف بنا دیا گیا ہے، اللہ رب العزت کو امام سیبویہ کی یہ بات اتنی پسند آئی کہ اسی کے سبب ان کی مغفرت فرمادی۔

رحمتِ حق بہا نمی جوید
رحمتِ حق بہانہ می جوید

(یعنی اللہ کی رحمت قیمت نہیں تلاش کرتی بلکہ اللہ کی رحمت بہانہ تلاش کرتی ہے)

(3) حضرت حاتمِ اصم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نماز

حضرت حاتمِ اصم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک مرتبہ حضرت عاصم بن یوسف محدث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ملاقات کے لئے تشریف لے گئے تو حضرت عاصم بن یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اے حاتم! رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کیا تم اچھی طرح نماز پڑھتے ہو؟ تو آپ نے فرمایا کہ "جی ہاں" تو حضرت عاصم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پوچھا: آپ بتائیے کہ آپ کس طرح نماز پڑھتے ہیں؟ تو حضرت حاتم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جب نماز کا وقت قریب ہو جاتا ہے تو میں نہایت ہی کامل و مکمل طریقے سے وضو کرتا ہوں۔ پھر نماز کا وقت آجانے پر جب مصلیٰ پر قدم رکھتا ہوں تو اس طرح کھڑا ہوتا ہوں کہ میرے بدن کا ہر جوڑ اپنی جگہ پر برقرار ہو جاتا ہے پھر میں اپنے دل میں یہ تصور جماتا ہوں کہ خانہ کعبہ میرے دونوں بھوؤں کے درمیان اور مقام ابراہیم میرے سینے کے سامنے ہے پھر میں اپنے دل میں یہ یقین رکھتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ میری ظاہری حالت اور میرے دل میں چھپے ہوئے تمام خیالات کو جانتا ہے اس طرح کھڑا ہوتا ہوں کہ گویا پل صراط پر میرے قدم ہیں اور جنت میرے داہنے اور جہنم میرے بائیں اور ملک الموت میرے پیچھے ہیں اور گویا یہی نماز میری زندگی کی آخری نماز ہے، اس کے بعد تکبیر تحریمہ نہایت ہی اخلاص کے ساتھ کہتا ہوں پھر انتہائی تدبر اور غور و فکر کے ساتھ قراءت کرتا ہوں۔ پھر نہایت ہی تواضع کے ساتھ رکوع اور گڑ گڑاتے ہوئے انکساری کے ساتھ سجدہ کرتا ہوں۔ پھر

اسی طرح پوری نماز نہایت ہی خضوع و خشوع کے ساتھ خوف ورجا کے درمیان ادا کرتا ہوں یہ سن کر حضرت عاصم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حیرت کے ساتھ پوچھا کہ اے حاتم اصم! رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کیا واقعی آپ ہمیشہ اور ہر وقت اسی طریقے سے نماز پڑھتے ہیں؟ تو آپ نے جواب دیا کہ جی ہاں! تیس برس سے میں ہمیشہ اور ہر وقت اسی طرح ہر نماز ادا کرتا ہوں۔ یہ جواب سننے کے بعد حضرت عاصم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر رقت طاری ہو گئی اور وہ یہ کہنے لگے کہ افسوس! ایسی نماز تو میں نے زندگی بھر میں کبھی بھی ادا نہیں کی۔

(تفسیر روح البیان، البقرة، تحت الآية ۲، ج ۱، ص ۸۱) (بہشت کی کنجیاں ص ۷۲)

عمل کا ہو جذبہ عطا یا الہی گناہوں سے مجھ کو بچا یا الہی
میں پانچوں نمازیں پڑھوں باجماعت ہو توفیق ایسی عطا یا الہی
پڑھوں سُنّتِ قبلہ وقت ہی پر ہوں سارے نوافل ادا یا الہی
دے شوقِ تلاوت دے ذوقِ عبادت رہوں با وضو سدا یا الہی
(وسائل بخشش)

(4) چورولی بن گیا

منقول ہے کہ ایک چور رات کے وقت حضرت سیدنا رابعہ بصریہ رضی اللہ عنہ نے علیہا کے گھر داخل ہوا، اس نے دائیں بائیں ہر طرف پورے گھر کی تلاشی لی لیکن سوائے ایک لوٹے کے کوئی چیز نہ پائی۔ جب اس نے نکلنے کا ارادہ کیا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا نے فرمایا: "اگر تم چالاک و ہوشیار چور ہو تو کوئی شے لئے بغیر نہیں جاؤ گے۔" اس نے کہا: "مجھے تو کوئی شے نہیں ملی۔" آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا نے فرمایا: "اے غریب شخص! اس لوٹے سے وضو کر کے کمرے میں داخل ہو جا اور دو رکعت نماز ادا کر، یہاں سے کچھ نہ کچھ لے کے جائے گا۔" اس نے آپ

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا کے کہنے کے مطابق وضو کیا اور جب نماز کے لئے کھڑا ہوا تو حضرت سیدتنا رابعہ عدویہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا نے اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھا کر یوں دُعا کی: "اے میرے آقا و مولیٰ عَزَّوَجَلَّ! یہ شخص میرے پاس آیا لیکن اس کو کچھ نہ ملا، اب میں نے اسے تیری بارگاہ میں کھڑا کر دیا ہے، اسے اپنے فضل و کرم سے محروم نہ کرنا۔" جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو اس کو عبادت کی لذت نصیب ہوئی۔ چنانچہ، رات کے آخری حصے تک وہ نماز میں مشغول رہا۔ جب سحری کا وقت ہوا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا اس کے پاس تشریف لے گئیں تو اسے حالتِ سجدہ میں اپنے نفس کو ڈانٹتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے پایا: جب میرا رب عَزَّوَجَلَّ مجھ سے پوچھے گا: "کیا تجھے حیوانہ آئی کہ تو میری نافرمانی کرتا رہا؟ اور میری مخلوق سے گناہ چھپاتا رہا اور اب گناہوں کی گٹھری لے کر میری بارگاہ میں پیش ہے، جب وہ مجھے عتاب کریگا اور اپنی بارگاہِ رحمت سے دور کر دے گا تو اس وقت میں کیا جواب دوں گا؟ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا نے پوچھا: "اے بھائی! رات کیسی گزری؟" بولا: "خیریت سے گزری، عاجزی و انکساری سے میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں کھڑا رہا تو اس نے میرے ٹیڑھے پن کو درست کر دیا، میرا عذر قبول فرمایا اور میرے گناہوں کو بخش دیا اور مجھے میرے مطلوب و مقصود تک پہنچا دیا۔" پھر وہ شخص چہرے پر حیرانی و پریشانی کے آثار لئے چلا گیا۔ حضرت سیدتنا رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا نے اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھایا اور عرض کی: "اے میرے آقا و مولیٰ عَزَّوَجَلَّ! یہ شخص تیری بارگاہ میں ایک گھڑی کھڑا ہوا تو تو نے اسے قبول کر لیا اور میں کب سے تیری بارگاہ میں کھڑی ہوں، تو کیا تو نے مجھے بھی قبول فرمایا ہے؟" "اچانک آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا نے دل کے کانوں سے یہ آواز

سنی: "اے رابعہ! ہم نے اسے تیری ہی وجہ سے قبول کیا اور تیری ہی وجہ سے اپنا قرب عطا فرمایا۔" (حکایتیں اور نصیحتیں ص ۲۰۵-۲۰۶)

(5) بادشاہ کے تین سوال

بادشاہ کا موڈ اچھا تھا، وہ نوجوان وزیر کی طرف مڑا اور مسکرا کر پوچھا: ”تمہاری زندگی کی سب سے بڑی خواہش کیا ہے؟“ وزیر شرما گیا، اس نے منہ نیچے کر لیا۔ بادشاہ نے قہقہہ لگایا اور بولا: ”تم گھبراؤ مت، بس اپنی زندگی کی سب سے بڑی خواہش بتاؤ۔“ وزیر گھٹنوں کے بل جھکا اور عاجزی سے بولا: ”حضور آپ دنیا کی خوبصورت ترین سلطنت کے مالک ہیں میں جب بھی یہ سلطنت دیکھتا ہوں تو میرے دل میں خواہش پیدا ہوتی ہے، اگر اس کا دسواں حصہ میرا ہوتا تو میں دنیا کا خوش نصیب ترین شخص ہوتا۔“ بادشاہ نے قہقہہ لگایا اور بولا: ”میں اگر تمہیں اپنی آدھی سلطنت دے دوں تو۔“ وزیر نے گھبرا کر دیکھا اور عاجزی سے بولا: ”بادشاہ سلامت! یہ کیسے ممکن ہے میں اتنا خوش قسمت کیسے ہو سکتا ہوں؟“ بادشاہ نے فوراً دو احکامات لکھنے کا حکم دیا:

(۱)۔۔۔ پہلے حکم میں اپنی آدھی سلطنت نوجوان وزیر کے حوالے کرنے کا فرمان

جاری کیا۔

(۲)۔۔۔ دوسرا حکم وزیر کا سر قلم کرنے کا جاری کیا۔

وزیر دونوں احکامات پر حیران رہ گیا، بادشاہ نے احکامات پر مہر لگائی اور وزیر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا: ”تمہارے پاس 30 دن ہیں تمہیں ان دنوں میں صرف تین سوالوں کے جواب تلاش کرنا ہیں کامیاب ہو گئے تو میرا دوسرا حکم منسوخ ہو جائے گا اور تمہیں آدھی سلطنت مل جائے گی اور اگر تم ناکام ہو گئے تو پہلا حکم خارج سمجھا جائے گا اور دوسرے

حکم کے مطابق تمہارا سر قلم کر دیا جائے گا۔“ وزیر کی حیرت پریشانی میں بدل گئی، بادشاہ نے کہا: ”میرے تین سوال لکھ لو“ وزیر نے لکھنا شروع کر دیا۔ بادشاہ نے کہا:

(۱)۔۔ انسان کی زندگی کی سب سے بڑی سچائی کیا ہے؟

(۲)۔۔ انسان کی زندگی کا سب سے بڑا دھوکا کیا ہے؟

(۳)۔۔ انسان کی زندگی کی سب سے بڑی کمزوری کیا ہے؟

بادشاہ نے اس کے بعد نقارے پر چوٹ لگوائی اور آواز بلند کہا: ”تمہارا وقت شروع ہو گیا ہے۔“

وزیر نے دونوں پروانے اٹھائے اور دربار سے دوڑ لگا دی، اس نے اس شام ملک بھر کے دانشور، ادیب، مفکر اور ذہین لوگ جمع کئے اور سوال ان کے سامنے رکھے، ملک بھر کے دانشور ساری رات بحث کرتے رہے لیکن وہ پہلے سوال پر ہی کوئی متفقہ جواب نہ دے سکے۔ وزیر نے دوسرے دن دانشور بڑھادیئے لیکن نتیجہ وہی نکلا۔ وہ آنے والے دنوں میں لوگ بڑھاتا رہا، مگر اسے کوئی تسلی بخش جواب نہ مل سکا، یہاں تک کہ وہ مایوس ہو کر دارالحکومت سے باہر نکل گیا، وہ پورے ملک میں مارا مارا پھرتا رہا، شہر شہر، گاؤں گاؤں کی خاک چھانتا رہا، شاہی لباس پھٹ گیا، پگڑی ڈھیلی ہو کر گردن میں لٹک گئی، جوتے پھٹ گئے اور پاؤں میں چھالے پڑ گئے، یہاں تک کہ شرط کا آخری دن آگیا، اگلے دن اس نے دربار میں پیش ہونا تھا۔ وزیر کو یقین تھا یہ اس کی زندگی کا آخری دن ہے کل اس کی گردن کاٹ دی جائے گی اور جسم شہر کے مرکزی پل پر لٹکا دیا جائے گا۔

وہ مایوسی کے عالم میں دارالحکومت کی کچی آبادی میں پہنچ گیا، آبادی کے آخری سرے پر ایک فقیر کی جھونپڑی تھی، وہ گرتا پڑتا اس کٹیاتک پہنچا، فقیر سوکھی روٹی پانی میں ڈبو کر کھا رہا تھا ساتھ ہی دودھ کا پیالہ پڑا تھا اور فقیر کا کتا شراب شراب کی آوازوں کے ساتھ دودھ پی رہا تھا۔ فقیر نے وزیر کی حالت دیکھی، قہقہہ لگایا اور بولا: ”جناب عالی! آپ صحیح جگہ پہنچے ہیں، آپ کے تینوں سوالوں کے جواب میرے پاس ہیں۔“ وزیر نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا اور پوچھا: ”آپ نے کیسے اندازہ لگالیا کہ میں کون ہوں اور میرا مسئلہ کیا ہے؟“ فقیر نے سوکھی روٹی کے ٹکڑے چھابے میں رکھے، مسکرایا، اپنا بوریا اٹھایا اور وزیر سے کہا: ”یہ دیکھئے آپ کو بات سمجھ آ جائے گی“ وزیر نے جھک کر دیکھا بوریئے کے نیچے شاہی خلعت بچھی تھی یہ وہ لباس تھا جو بادشاہ اپنے قریب ترین وزراء کو عنایت کرتا تھا، فقیر نے کہا: ”جناب عالی! میں بھی کبھی اس سلطنت کا وزیر تھا، میں نے بھی ایک بار آپ کی طرح بادشاہ سے شرط لگانے کی غلطی کی تھی نتیجہ آپ خود دیکھ لیجئے۔“

فقیر نے اس کے بعد سوکھی روٹی کا ٹکڑا اٹھایا اور دوبارہ پانی میں ڈبو کر کھانے لگا، وزیر نے دکھی دل سے پوچھا، ”کیا آپ بھی جواب تلاش نہیں کر سکتے تھے؟“ فقیر نے قہقہہ لگایا اور جواب دیا: ”میرا کیس آپ سے مختلف تھا، میں نے جواب ڈھونڈ لئے تھے اور بادشاہ کو بتا بھی دیئے تھے لیکن اس کے باوجود آدھی سلطنت کا پروانہ پھاڑا، بادشاہ کو سلام کیا اور اس کٹی میں آ کر بیٹھ گیا، جب سے میں اور میرا کتا دونوں مطمئن زندگی گزار رہے ہیں“ وزیر کی حیرت بڑھ گئی لیکن یہ سابق وزیر کی حماقت کے تجزیئے کا وقت نہیں تھا، جواب معلوم کرنے کی گھڑی تھی، چنانچہ اس نے فقیر سے پوچھا: ”کیا آپ مجھے سوالوں کے جواب دے سکتے ہیں؟“ فقیر نے ہاں

میں گردن ہلا کر جواب دیا: ”میں پہلے دو سوالوں کا جواب مفت دوں گا لیکن تیسرے جواب کے لئے تمہیں قیمت ادا کرنی ہوگی“ وزیر کے پاس شرط ماننے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا، اس نے فوراً ہاں میں گردن ہلا دی، فقیر بولا ”دنیا کی سب سے بڑی سچائی موت ہے، انسان کوئی بھی ہو کچھ بھی ہو وہ اس سچائی کا انکار نہیں کر سکتا اگرچہ کسی بھی دین و مذہب کا ماننے والا ہو کیونکہ اسے معلوم ہے کہ میں اس سے نہیں بچ سکتا“۔

فقیر پہلا جواب دینے کے بعد رکا اور بولا: ”انسان کی زندگی کا سب سے بڑا دھوکا زندگی ہے ہر شخص زندگی کو دائمی سمجھ کر اس کے دھوکے میں آ جاتا ہے“۔

فقیر کے دونوں جواب ناقابل تردید تھے، وزیر سرشار ہو گیا اس نے اب تیسرے جواب کے لئے فقیر سے شرط پوچھی، فقیر نے قہقہہ لگایا، کتے کے سامنے سے دودھ کا پیالہ اٹھایا وزیر کے ہاتھ میں دیا اور کہا: ”میں آپ کو تیسرے سوال کا جواب اس وقت تک نہیں دوں گا جب تک آپ یہ دودھ نہیں پیتے“، وزیر کے ماتھے پر پسینہ آگیا، اس نے نفرت سے پیالہ زمین پر رکھ دیا کیونکہ وہ کسی قیمت پر کتے کا جھوٹا دودھ نہیں پینا چاہتا تھا، فقیر نے کندھے اچکائے اور کہا: ”تمہارے پاس اب دو راستے ہیں تم انکار کر دو اور شاہی جلاد کل تمہارا سر اتار دے یا پھر تم یہ دودھ پی لو اور تمہاری جان بھی بچ جائے اور تم آدھی سلطنت کے مالک بھی بن جاؤ گے، فیصلہ بہر حال تمہیں کرنا ہے۔“

وزیر مخمضے میں پھنس گیا، ایک طرف زندگی اور آدھی سلطنت تھی اور دوسری طرف کتے کا جھوٹا دودھ تھا، وہ سوچتا رہا یہاں تک کہ جان اور مال جیت گیا، وزیر نے پیالہ اٹھایا اور ایک ہی سانس میں دودھ پی گیا۔ فقیر نے قہقہہ لگایا اور بولا: ”میرے بچے! انسان کی سب سے بڑی

کمزوری غرض ہوتی ہے جو کتے کا جھوٹا دودھ تک پینے پر مجبور کر دیتی ہے اور یہ وہ سچ ہے جس نے مجھے سلطنت کا پروانہ پھاڑ کر اس کٹیامیں بیٹھنے پر مجبور کر دیا میں جان گیا تھا میں جوں جوں زندگی کے دھوکے میں آؤں گا، میں موت کی سچائی کو فراموش کرتا جاؤں گا اور میں موت کو جتنا فراموش کرتا رہوں گا میں اتنا ہی غرض کی دلدل میں دھنستا جاؤں گا اور مجھے روز اس دلدل میں سانس لینے کے لئے غرض کا غلیظ دودھ پینا پڑے گا، لہذا میرا مشورہ ہے زندگی کی ان تینوں حقیقتوں کو جان لو، تمہاری زندگی اچھی گزرے گی۔“

وزیر خجالت، شرمندگی اور خود ترسی کا تحفہ لے کر فقیر کی کٹیاسے نکلا اور محل کی طرف چل پڑا، وہ جوں جوں محل کے قریب پہنچ رہا تھا، اس کے احساس شرمندگی میں اضافہ ہو رہا تھا، اس کے اندر ذلت کا احساس بڑھ رہا تھا وہ اس احساس کے ساتھ محل کے دروازے پر پہنچا، اچانک اس کے سینے میں خوفناک ٹیس اٹھی، وہ گھوڑے سے گرا لمبی پچکی لی اور اس کی روح نفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

پیارے اسلامی بھائیو! یقیناً آخرت کو بھلا کر دنیا اور سرمایہ دنیا سے دل لگانا یکسر غفلت کا باعث ہے، اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رَضِيَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ”دنیا اس کا گھر ہے جس کا (آخرت میں) کوئی گھر نہیں اور اس کا مال ہے جس کا دوسرا کوئی مال نہیں اور دنیا کے لئے وہ آدمی جمع کرتا ہے جس کے پاس عقل نہیں۔“

(شعب الایمان، الحادی والسبعون من شعب الایمان۔۔ الخ، فصل فیما یبلغنا عن الصحابة۔۔ الخ، ۷/ ۳۷۵، الحدیث: ۱۰۶۳۸)

نیز حضرت ابو موسیٰ اشعری رَضِيَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی

عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”جس نے اپنی دنیا سے محبت کی اس نے اپنی آخرت کو نقصان پہنچایا اور جس نے اپنی آخرت سے محبت کی اس نے اپنی دنیا کو نقصان پہنچایا، پس تم فنا ہونے والی (یعنی دنیا) پر باقی رہنے والی (یعنی آخرت) کو ترجیح دو۔“

(مسند امام احمد، مسند الکوفیین، حدیث ابن موسیٰ الاشعری، ۷/ ۱۶۵، الحدیث: ۱۹۷۱)

لہذا ہمیں بھی ہر معاملے میں اپنی آخرت کو مقدم رکھنا چاہیے، اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اپنی دنیوی بہتری کے ساتھ ساتھ اپنی اخروی تیاری کی طرف بھی توجہ کرنے اور اس کے لئے بھرپور کوشش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(6) چھوٹا پتھریا چٹان

کہتے ہیں کہ کسی کسان کے کھیت میں ایک پتھر کا سخت ٹکڑا نکل آیا جس سے کسان کے کام کاج میں حرج ہونے لگا، کبھی وہ اس ٹکڑے سے ٹھوکر کھا کر گر جاتا کبھی ہل چلاتے ہوئے ہل پھنس جاتا، کبھی ہل ٹوٹ جاتا اور کبھی جانور گر کر زخمی ہو جاتا۔

اس نے کئی دفعہ اس ٹکڑے کو نکالنے کا سوچا لیکن پھر یہ سوچ کر پیچھے ہٹ جاتا کہ پتہ نہیں آئس برگ کی طرح کتنا بڑا ٹکڑا ہو؟ میں اکیلا نکال سکوں گا یا نہیں؟ کہیں کوئی چٹان ہی نہ نکل آئے۔ وغیرہ وغیرہ۔

وہ سوچتا کہ بعد میں کبھی دوستوں یا روں کی مدد لے کر نکال دوں گا ابھی رہنے دیتا ہوں، مختلف وسوسے اور واسطے اسے کم ہمت بنا دیتے، بقول شاعر:

ارادے باندھتا ہوں، سوچتا ہوں، توڑ دیتا ہوں
کہیں ایسا نہ ہو جائے کہیں ویسا نہ ہو جائے

کئی دفعہ کی ٹھوکروں، ٹکروں اور دھکوں کے بعد آخر ایک دن اس نے اس پتھر نما چٹان کو نکالنے کا پکا ارادہ ہی کر لیا اور سب دوستوں ساتھیوں اور کسانوں کو سندیسہ (یعنی بلاوا) بھیجا کہ پھاوڑے، بیلچے کلہاڑے گینتیاں اور کدالیں وغیرہ لے کر کھیت میں فلاں وقت تک پہنچ جائیں آج یا تو ہم رہیں گے یا یہ چٹان رہے گی۔

سب دوست یار اس کا پیغام ملتے ہی اس کی مدد کرنے وقت مقررہ پر اس کے کھیت میں پہنچ گئے۔

جب سب آ گئے، تو کسان نے سب سے پہلے کدال خود اپنے ہاتھ میں لی اور اس چٹان کے آس پاس جگہ سے کھودنا شروع کیا، پانچ یا چھ ضربیں لگائی ہوں گی کہ پتھر اڑتا ہوا باہر آن پڑا، غور کرنے پر پتہ چلا کہ جسے چٹان سمجھا جا رہا تھا وہ تو ایک معمولی سا پتھر تھا جس نے کسان کا جینا دو بھر کیا ہوا تھا۔

سب دوست کسان کی سادگی و حماقت پر خوب ہنسے اور اپنے اپنے اوزار اٹھائے واپس گھروں اور کھیتوں کو روانہ ہوئے۔

پیارے اسلامی بھائیو! یہ صرف ایک کسان کی کہانی نہیں زندگی کے کھیت کھلیان میں ہم سب کسان ایسے ہی واقع ہوئے ہیں، اپنی چھوٹی چھوٹی پریشانیوں کو خود ہی بڑھاوا دے کر چٹان کی طرح بڑی مصیبت بنا لیتے ہیں۔ اور پھر دن رات اسی سے ٹھو کریں کھاتے زندگی اجیرن کر لیتے ہیں۔

کبھی معمولی رنجشوں کو وبال جان بنا لیتے ہیں۔ کبھی کوئی معمولی جھگڑا سوہان روح بن جاتا ہے۔ کبھی چند پیسوں کی ٹھیکریاں شاہراہ حیات کی ٹھوکر ثابت ہوتی ہیں۔ کبھی کاروباری

نقصان، ملازمتی تنزلی، رشتوں ناطوں کی بے وقعتی ہمیں کامیابی کی راہ میں حائل چٹان محسوس ہوتی ہے۔ کبھی سیاسی اور مسلکی اختلافات کے پتھر ہمیں معاشرتی تعلقات کے درمیان چٹان کی مانند محسوس ہوتے ہیں۔

لیکن یاد رکھیں!! یہ چٹان نما پتھر آپ کے باشعور حوصلے، ہمت، عزم اور یقین کی دوچار ضربیں بھی نہیں سہہ سکتے۔ آپ کا یقین اس کائنات کی بہت بڑی طاقت ہے۔ آپ کو اپنے شعور اور یقین کی طاقت کا احساس نہیں۔ جس دن آپ کو احساس ہو گیا اس دن آپ کے سامنے کوئی چٹان، چٹان رہے گی اور نہ کوئی پہاڑ، پہاڑ۔ کوئی مسئلہ مسئلہ رہے گا اور نہ کوئی مشکل مشکل، ساری چٹانیں، سارے پہاڑ، ساری مشکلات اور مسائل آپ کے قدموں کے نیچے ہوں گے اور آپ ان سب کو فتح کر چکے ہوں گے۔

بات صرف شعور و یقین اور حوصلے کی ہے، جب بھی کوئی بیماری، مصیبت، دکھ، تکلیف آئے اللہ پاک کی ذات پر امید کریں اس کا سامنا کریں ان شاء اللہ وہ سب دور ہوں جائیں گی اور خوشیاں نصیب ہوں گی۔

(7) بھوکے شیر کا ایثار

عاشقانِ رسول کی دینی تحریک دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1548 صفحات پر مشتمل کتاب، ”فیضانِ سنت“ صَفَحَہ 806 تا 808 پر شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ نے حضرت سیدنا داتا گنج بخش علی ہجویری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے حوالے سے اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دینے کے متعلق ایک بڑی ہی خوبصورت حکایت نقل فرمائی

ہے۔ چنانچہ:

حضرت سیدنا داتا گنج بخش علی ہجویری رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ”میں نے شیخ احمد حمّادی سَرْحَسِی عَلَیْہِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْقَوِی سے ان کی توبہ کا سبب پوچھا، تو کہنے لگے: ”ایک بار میں اپنے اُونٹوں کو لے کر ”سَرْحَس“ سے روانہ ہوا۔ دورانِ سفر جنگل میں ایک بھوکے شیر نے میرا ایک اُونٹ زخمی کر کے گرادیا اور پھر بلند ٹیلے پر چڑھ کر ڈکارنے لگا، اُس کی آواز سنتے ہی بہت سارے دَرندے اکٹھے ہو گئے۔ شیر نیچے اتر ااور اُس نے اُسی زخمی اُونٹ کو چیرا پھاڑا مگر خود کچھ نہ کھایا بلکہ دوبارہ ٹیلے پر جا بیٹھا، جمع شدہ دَرندے اُونٹ پر ٹوٹ پڑے اور کھا کر چلتے بنے، باقی ماندہ گوشت کھانے کیلئے شیر قریب آیا کہ ایک لنگڑی لومڑی دُور سے آتی دکھائی دی، شیر واپس اپنی جگہ چلا گیا۔ لومڑی حسبِ ضرورت کھا کر جب جا چکی تب شیر نے اُس گوشت میں سے تھوڑا سا کھایا۔ میں دُور سے یہ سب دیکھ رہا تھا، اچانک شیر نے میرا رخ کیا اور بَرَبانِ فَصیح بولا: ”احمد! ایک لُقمہ کا ایثار تو کُتوں کا کام ہے مردانِ راہِ حق تو اپنی جان بھی قربان کر دیا کرتے ہیں۔“ میں نے اِس انوکھے واقعہ سے مُتأثِّر (مُت۔ یئِٹ۔ یئِٹ) ہو کر اپنے تمام گناہوں سے توبہ کی اور دنیا سے کُناہہ کش ہو کر اپنے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے لَو لگالی۔“ (کشفُ الْمُحْجُوب، مترجم، ص ۳۸۳)

پیارے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے! بھوکے شیر نے اپنا شکار دوسرے جانوروں پر ایثار کر کے بھوک برداشت کرنے کی بہترین مثال قائم کی اور پھر اللہ پاک کی عطا سے اُس نے کتنی زبردست نصیحت کی کہ ”ایک لقمہ کا ایثار تو کُتوں کا کام ہے مرد کو چاہئے کہ اپنی جان قربان کر دے۔“ مگر آہ! آج کے ہم جیسے بے عمل مسلمان ایک لقمہ کا ایثار تو کیا کریں گے، جن سے بن پڑتا ہے وہ دوسروں کے منہ سے بھی لقمہ چھین لیتے ہیں بلکہ ایک لقمہ کی خاطر بعض اوقات قتل

وغارت گری تک سے نہیں چُوتے۔ ڈھیروں ڈھیروں غذائیں موجود ہونے کے باوجود ایک ایک "ٹکڑے" کی خاطر فساد برپا کرتے پھرتے ہیں۔ کہا جاتا ہے، "صِرْف تین ذی روح ایسے ہیں جو غذاؤں کا ذخیرہ کرتے ہیں یعنی کل کے لئے بچا کر رکھتے ہیں:

(۱)۔۔۔ (ہم جیسے گنہگار) انسان۔

(۲)۔۔۔ چوہا۔

(۳)۔۔۔ چوٹنی۔

"ان کے علاوہ کوئی بھی حیوان دوسرے وقت کیلئے بچا کر نہیں رکھتا، آپ نے مُرغی کا توکُل دیکھا ہو گا، اُس کو پانی کا پیالہ پیش کیا جاتا ہے تو پی چکنے کے بعد پیالے کے کنارے پر پاؤں رکھ کر اس کو اُلٹ دیتی ہے، اسے اپنے اللہ عَزَّوَجَلَّ پر کامل بھروسہ ہوتا ہے کہ ابھی پلا یا ہے تو پیاس لگنے پر دوبارہ بھی پلائے گا۔ اور لُطف کی بات یہ ہے کہ اُس کو پلانے کی خدمت بھی انسان سے لی جاتی ہے۔ ہاں! اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نیک بندوں کا توکُل بے مثال ہوتا ہے۔ توکُل کی ایک تعریف یہ بھی ہے کہ "صِرْف اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عنایت پر بھروسہ کرے اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اُس سے مایوس ہو جائے۔" (مُلخص از رسالۃ التفسیر، ص ۱۶۹ باب توکُل)

(8) برشے کی چار شکلیں

شیخ شبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں آپ معارف اسم ذات بیان فرما رہے تھے کہ اللہ عزوجل کا نام لینے سے دل کو سکون ملتا ہے، دل کی کیفیت بدلتی ہے، اجالے اور روشنیاں پیدا ہوتی ہیں، بوعلی سینا جس کو منطق و فلسفہ کا معلم ثالث کہا جاتا ہے اس کا شمار ذہین و فطین لوگوں میں ہوتا تھا اس کے حواس خمسہ اتنے تیز تھے کہ اگر بارہ میل دور کوئی چکی

چل رہی ہوتی تو اس پچی کے شور کی وجہ سے اسے نیند نہیں آتی تھی، ایسا صاحب عقل و دانش شخص شیخ شبلی رضی اللہ عنہ کی مجلس میں حاضر تھا، کہنے لگا، عالی جاہ آپ نے عجیب بات کہہ دی، اللہ عزوجل کی ذات تو مؤثر ہے مگر اس کے نام میں کیا رکھا ہے؟

کیونکہ فلسفی اور منطقی حضرات ہر شے کی چار شکل بیان کرتے ہیں:

(۱)۔۔۔ شکل خارجی۔ (۲)۔۔۔ شکل ذہنی۔ (۳)۔۔۔ شکل کتابی۔ (۴)۔۔۔ شکل لفظی۔

مثال کے طور پر آگ ایک شے ہے، ایک آگ وہ ہے جو باہر خارج میں روشن ہے، اس میں ہاتھ ڈالیں گے تو جل جائے گا، دوسری آگ وہ ہے جو زبان سے ہم لفظ آگ بولتے ہیں، تیسرا جب لفظ آگ کہیں گے تو اس کا تصور ذہن میں آئے گا اور چوتھا یہ کہ کسی کاغذ پر آگ کی تصویر بنادیں، یا چھاپ دیں، اس آگ کی چار شکلوں میں اثر کرنے والی شکل، شکل خارجی ہے جو چولھے میں جل رہی ہے، اس میں ہاتھ ڈالیں گے جل جائیں گے، لیکن آگ کہنے سے ہونٹھ نہیں جلتے، آگ کا تصور ذہن میں آنے سے ذہن جل نہیں جاتا، اور آگ کی تصویر کاغذ میں بنانے سے کاغذ جل نہیں جاتا، تو پتہ چلا کہ اثر کرنے والی شکل، شکل خارجی ہے، یونہی اللہ کی ذات تو مؤثر ہے مگر اس کا نام لینے سے کوئی اثر نہیں ہوتا، جیسے آپ کو مدد کی ضرورت ہے آپ نے میرا نام لیا تو میرا نام آپ کی مدد تو نہیں کرے گا، یونہی میرا تصور کرنا بھی آپ کی مدد نہیں کر سکتا اور نہ ہی کاغذ میں میرا نام لکھ دینے سے مدد ہوگی، اگر مدد ہوگی تو جب میں خود آپ کے پاس موجود ہوں گا تب آپ کی مدد ہو سکتی ہے۔

بوعلی سینا نے کہا: اللہ کی ذات تو مؤثر ہے لیکن اس کا نام کیسے اثر انداز ہو سکتا ہے؟ حضرت شیخ شبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو سمجھایا: نہیں میاں نام کا بھی اثر ہوتا ہے، اس

نے کہا: نہیں، موثر تو صرف ذات ہوتی ہے لہذا میں اس بات کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں، اور ضد میں آگیا۔

آپ جانتے ہیں بزرگوں کا طریقہ الگ ہی ہوتا ہے، شیخ شبلی رضی اللہ عنہ ذرا جلال میں آگئے، اور فرمایا: بو علی سینا! تجھ سے میں کیا بات کروں؟ تو تو گدھا ہے گدھا، بو علی سینا کے چہرے میں سرخیاں آگئیں، جب اس نے گدھے کا لفظ سنا، غصے سے لال پیلا ہو گیا، مجھے گدھا کہا، وہ بھی بھری مجلس میں، میں اتنا بڑا فلسفے کا امام، زمانہ میرے علم کا طوطی بولتا ہے، میں نے اتنی ساری کتابیں لکھیں۔ کہ اس کے زمانے میں فارابی کی تمام کتب جو منطق میں تھیں سب ضائع ہو گئی تھیں اور پھر بو علی سینا نے از سر نو منطق کی کتابیں لکھیں، جو کہ آج تک موجود ہیں، تو میں اتنا بڑا عالم ہوں مجھے گدھا کہہ دیا، غصے سے لال پیلا ہو گیا، حضرت شیخ شبلی نے مسکرا کر فرمایا: بو علی سینا، دیکھا تو نے، گدھے کے نام سے تیرے چہرے کا رنگ بدل گیا، فرمایا: جب ایک گدھے کے نام میں یہ اثر ہے کہ تیرے چہرے کا رنگ بدل دیا، تو کیا اللہ کا نام لینے سے دل کا رنگ نہیں بدل سکتا؟ یقیناً بدل سکتا ہے۔ (خطبات مصطفائی حصہ اول ص ۵۹-۶۱)

(9) اعلیٰ حضرت کی بسم اللہ خوانی

اللہ رب العزت اپنے مخصوص بندوں کی پیشانی میں بچپن ہی سے معرفت کا نور ہویدا فرمادیتا ہے جیسا کہ حضرت علامہ بدر الدین قادری علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب ”سوانح اعلیٰ حضرت“ میں یہ واقعہ درج فرمایا ہے کہ: اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بسم اللہ خوانی کی رسم کے موقع پر ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے استاد محترم مرزا غلام قادر بیگ بریلوی نے حسب دستور بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے بعد، ا۔ ب۔ ت۔ ث۔ ج۔ وغیرہ

حروف تہجی پڑھانا شروع کیا آپ پڑھتے گئے مگر جب لام الف کی نوبت آئی تو خاموش ہو گئے اور لام الف (لا) نہیں پڑھا، استاد صاحب نے دوبارہ کہا: میاں صاحبزادے! کہو لام الف اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا یہ دونوں حرف (الف اور لام) تو میں پڑھ چکا ہوں اب دوبارہ کیوں پڑھایا جا رہا ہے؟ محفل بسم اللہ خوانی میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دادا جان مولانا شاہ رضا علی خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ موجود تھے فرمایا: بیٹا! استاد کا کہا مانو، جو کہتے ہیں پڑھو، اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے لام الف پڑھا لیکن جد امجد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے چہرہ کی طرف مستفسرانہ نگاہ ڈالی، جد امجد مولانا شاہ رضا علی خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھانپ لیا کہ گویا یہ ننھا بچہ کہہ رہا ہے کہ آج کے سبق میں حروف مفردات کا بیان ہے پھر ان کے درمیان ایک مرکب لفظ کیسے آگیا؟ اگرچہ بچے کی ننھی عمر کے اعتبار سے لام کے ساتھ الف ملانے کی وجہ بیان کرنا قبل از وقت بات تھی، اس وقت بچہ کی عمر تو ضرور ننھی تھی مگر اس کا ادراک و شعور بفضلہ تعالیٰ ننھا نہیں اس لئے آپ کے دادا جان مولانا رضا علی خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: بیٹا! شروع میں سب سے پہلا حرف جو تم نے پڑھا ہے وہ حقیقت میں ہمزہ ہے الف نہیں اور اب لام کے ساتھ جو حرف ملا کر تم پڑھ رہے ہو وہ الف ہے لیکن چونکہ الف ہمیشہ ساکن رہتا ہے اور تنہا ساکن حرف کو کسی طرح پڑھا نہیں جاسکتا اس لئے لام کے ساتھ الف کو ملا کر اس کا بھی تلفظ کر دیا گیا۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عرض کیا: کہ اگر یہی مقصود تھا کہ الف کا تلفظ کرایا جائے تو اسے کسی بھی حرف کے ساتھ ملا سکتے تھے مثلاً: ب۔ ت۔ ث۔ ج۔ وغیرہ کے ساتھ، لیکن ان سارے حروف کو چھوڑ کر لام کے ساتھ الف کو ملا کر اس کی ادائیگی کرائی گئی ایسا کیوں؟ لام سے الف کا خاص رشتہ کیا ہے؟ اعلیٰ

حضرت علیہ الرحمہ کا یہ سوال سن کر جدامجد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جوشِ محبت میں آپ کو گلے لگالیا اور دل سے دعائیں دیں پھر فرمایا: بیٹا! لام اور الف کے درمیان صورتہٴ سیرہٴ بڑا گہرا تعلق ہے لکھنے میں دونوں کی صورت اور شکل ایک دوسرے کی طرح ہے دیکھو:

”لا“۔ اور سیرہٴ یوں تعلق ہے کہ لام کا قلب ”الف“ ہے اور الف کا قلب ”لام“ ہے
یعنی لام کے بیچ میں ”الف“ اور الف کے بیچ میں ”لام“ ہے۔ (سوانح اعلیٰ حضرت ص ۸۸-۹۰)

(10) راب کے 62 سوالات

حضرت سیدنا ابویزید بسطامی قدس سرہ، التَّوَدَّانِی فرماتے ہیں: ”ایک دن میں کسی سفر میں اپنی خلوت و راحت سے لطف پارہا تھا۔ غور و فکر میں مشغول اور یادِ الہی عَزَّوَجَلَّ سے مانوس تھا کہ اچانک میرے دل میں ندادی گئی: ”اے ابویزید! سمعان کے گر جاگھر میں جاؤ اور راہبوں کے ساتھ اُن کی عید اور قربانی میں شرکت کرو۔ اس میں ایک خبر اور اہم معاملہ ہے۔“ فرماتے ہیں: میں نے اس خیال سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ طلب کی اور کہا، ”میں اس کی پرواہ نہیں کروں گا۔“ جب رات ہوئی تو خواب میں ہاتھِ غیبی کی آواز آئی۔ اس نے وہی بات دہرائی۔ میں ہانپتے کانپتے بیدار ہو کر اٹھ بیٹھا اور ابھی اسی سوچ میں گم تھا کہ دل میں پھر نداد آئی ”تمہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں، تم ہمارے ولی و نیک بندے ہو، تمہارا نام فرمانبرداروں کے رجسٹر میں درج ہے۔ لیکن ہماری خاطر راہبوں کا سالباس اور زُتار پہن لو، تم پر کوئی گناہ نہیں۔“ آپ فرماتے ہیں: ”میں صبح سویرے اٹھا اور حکم کی بجا آوری میں جلدی کی۔ راہبوں کا سالباس پہنا اور سمعان کے گر جا گھر پہنچ گیا۔ جب ان کا بڑا پادری آیا تو تمام راہب اکٹھے ہو گئے اور اس کو سننے کے لئے سب نے کان لگا دیئے لیکن اس کے پاؤں لڑکھڑا گئے اور وہ کوئی بات نہ کر سکا گویا اس کے منہ میں لگام

دے دی گئی ہو۔ یہ کیفیت دیکھ کر پادریوں اور راہبوں نے اس سے پوچھا: "اے سردار! کون سی چیز آپ کو گفتگو سے مانع ہے؟ ہم تو آپ کی باتوں سے ہدایت پاتے اور آپ کے علم کی پیروی کرتے ہیں۔" اس نے جواب دیا: "مجھے یہ چیز گفتگو سے مانع ہے کہ آج تمہارے درمیان کوئی محمدی بیٹھا ہے اور وہ تمہارے دین کا امتحان لینے اور تم پر حملہ کرنے آیا ہے۔" انہوں نے کہا: "ہمیں دکھا دیں ہم اسے ابھی قتل کر دیتے ہیں۔" اس نے کہا: "اسے دلیل و برہان کے ساتھ قتل کرو، میں اس سے امتحان لینا چاہتا ہوں، اس سے عِلْمُ الْاَدِیَان (یعنی دینوں کے علم) کے متعلق سوالات کروں گا، اگر اس نے صاف صاف جوابات دے دیئے تو ہم اسے کچھ نہ کہیں گے اور اگر وضاحت نہ کر سکا تو اسے قتل کر دیں گے۔ امتحان کے وقت ہی آدمی عزت پاتا یا ذلیل ہوتا ہے۔"

سب راہب بولے: "آپ جو چاہتے ہیں کریں، ہم یہاں مفید باتیں سیکھنے کے لئے ہی حاضر ہوئے ہیں۔" اب ان کا بڑا سردار کھڑا ہوا اور زور سے آواز دی: "اے محمدی! تجھے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا واسطہ! جہاں بھی ہے کھڑا ہو جاتا کہ سب تجھے دیکھ لیں۔" حضرت سیدنا ابویزید علیہ رحمۃ اللہ المجید اس طرح کھڑے ہوئے کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زبان پر حمد و ثناء اور ذکرِ الہی عَزَّوَجَلَّ جاری تھا۔ "پادریوں کے سردار نے کہا: "اے محمدی! میں تجھ سے کچھ سوالات کروں گا اور سن! اگر تو نے ان کے جوابات وضاحت کے ساتھ دے دیئے تو ہم تیری پیروی کریں گے ورنہ تجھے قتل کر دیں گے۔"

حضرت سیدنا ابویزید علیہ رحمۃ اللہ المجید نے ارشاد فرمایا: "نقلی و عقلی علوم میں سے جو چاہو پوچھو، اللہ عَزَّوَجَلَّ ہماری گفتگو کو ملاحظہ فرما رہا ہے۔" بڑے پادری نے پوچھا: (1)۔۔۔ مجھے

اُس ایک کے متعلق بتاؤ جس کا دوسرا نہیں (2)۔۔۔ اُن دو کے متعلق بتاؤ جن کا تیسرا نہیں (3)۔۔۔ ان تین کے متعلق بتاؤ جن کا چوتھا نہیں (4)۔۔۔ ان چار کے متعلق بتاؤ جن کا پانچواں نہیں (5)۔۔۔ ان پانچ کے متعلق بتاؤ جن کا چھٹا نہیں (6)۔۔۔ ان چھ کے متعلق بتاؤ جن کا ساتواں نہیں (7)۔۔۔ ان سات کے متعلق بتاؤ جن کا آٹھواں نہیں (8)۔۔۔ ان آٹھ کے متعلق بتاؤ جن کا نوواں نہیں (9)۔۔۔ ان نو کے متعلق بتاؤ جن کا دسواں نہیں (10)۔۔۔ عَشْرَةً كَامِلَةً (یعنی مکمل دس دن) سے مراد کون سے دن ہیں؟ (11)۔۔۔ اُن گیارہ کے متعلق بتاؤ جن کا بارہواں نہیں (12)۔۔۔ اُن بارہ کے متعلق بتاؤ جن کا تیرہواں نہیں (13)۔۔۔ ان تیرہ کے متعلق بتاؤ جن کا چودہواں نہیں (14)۔۔۔ ایسی قوم کے متعلق بتاؤ جنہوں نے جھوٹ بولا پھر بھی جنت میں داخل کر دیئے گئے (15)۔۔۔ اس قوم کے متعلق بتاؤ جنہوں نے سچ بولا مگر آگ میں داخل کر دیئے گئے (16)۔۔۔ تمہارے جسم میں تمہارے نام کا ٹھکانہ کہاں ہے؟ (17)۔۔۔ اَلَّذِي لَيْتَ ذَرَّوْا (18)۔۔۔ اَلْحَبْلِيتِ وَفَرَا (19)۔۔۔ اَلْجَبْلِيَّتِ يُسْمَا اور (20)۔۔۔ فَالْبُقْسَلِيَّتِ اَمْرًا سے کیا مراد ہے؟ (پ ۲۶، الذرّیّۃ: ۴۱) (21)۔۔۔ کون سی شے بغیر روح کے سانس لیتی ہے؟ (22)۔۔۔ ان چودہ کے متعلق بتاؤ جنہوں نے رَبُّ الْعَالَمِينَ جَلَّ جَلَالُهُ سے کلام کیا؟ (23)۔۔۔ کون سی قبر صاحبِ قبر کو لے کر چلی؟ (24)۔۔۔ وہ کون سا پانی ہے جو آسمان سے اُترانہ زمین سے نکلا؟ (25)۔۔۔ ان چار کے نام بتاؤ جو باپ کی پشت سے پیدا ہوئے، نہ ماں کے بطن سے؟ (26)۔۔۔ زمین پر سب سے پہلا خون کس کا بہایا گیا؟ (27)۔۔۔ اس شے کے متعلق بتاؤ جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے پیدا کیا اور پھر خود ہی خرید لیا؟ (28)۔۔۔ ایسی شے کے متعلق بتاؤ جس کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے پیدا کیا اور خود ہی ناپسند فرمایا؟ (29)۔۔۔ اس چیز کے

متعلق بتاؤ جس کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے پیدا کیا اور عظمت بھی بخشی؟ (30)۔۔۔ اس چیز کے متعلق بتاؤ جس کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے پیدا کیا اور پھر خود ہی اس کے متعلق سوال کیا؟ (31)۔۔۔ سب سے افضل عورتیں کون ہیں؟ (32)۔۔۔ سب سے افضل دریا کون سے ہیں؟ (33)۔۔۔ افضل ترین پہاڑ کون سا ہے؟ (34)۔۔۔ سب سے افضل چوپایہ کون سا ہے؟ (35)۔۔۔ افضل ترین مہینہ کون سا ہے؟ (36)۔۔۔ سب سے افضل رات کون سی ہے؟ (37)۔۔۔ "الطَّامَّةُ" سے کیا مراد ہے؟ (38)۔۔۔ وہ کون سا درخت ہے جس کی بارہ شاخیں ہیں، ہر شاخ پر تیس پتے ہیں اور ہر پتے میں پانچ رنگ ہیں، دو سورج کی روشنی میں اور تین سائے میں؟ (39)۔۔۔ وہ کون سی چیز ہے جس نے بیت الحرام کاج کیا اور طواف کیا حالانکہ اس میں روح نہیں اور نہ ہی اس پر حج فرض تھا؟ (40)۔۔۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے کتنے نبی پیدا فرمائے؟ (41)۔۔۔ ان میں سے کتنے مُرسل اور کتنے غیر مرسل ہیں؟ (42)۔۔۔ وہ کون سی چار چیزیں ہیں جن کا رنگ اور ذائقہ مختلف ہے مگر اصل ایک ہے؟ (43)۔۔۔ نَقِید کیا ہے؟ (44)۔۔۔ قَطِید کیا ہے؟ (45)۔۔۔ فَتِیل کیا ہے؟ (46)۔۔۔ اَلْسَبَد کیا ہے؟ (47)۔۔۔ اَللَبَد کیا ہے؟ (48)۔۔۔ اَلِطَم کیا ہے؟ (49)۔۔۔ اَلرِّمہ کیا ہے؟ (50)۔۔۔ کتا بھونکنے میں کیا کہتا ہے؟ (51)۔۔۔ گدھا رینکنے میں کیا کہتا ہے؟ (52)۔۔۔ بیل ڈکارنے میں کیا کہتا ہے؟ (53)۔۔۔ گھوڑا ہنہانے میں کیا کہتا ہے؟ (54)۔۔۔ اونٹ بلبلانے میں کیا کہتا ہے؟ (55)۔۔۔ مور اپنی چیخ و پکار میں کیا کہتا ہے؟ (56)۔۔۔ تیر اپنی سیٹی میں کیا کہتا ہے؟ (57)۔۔۔ بلبل اپنے نغموں میں کیا کہتا ہے؟ (58)۔۔۔ مینڈک اپنی تسبیح میں کیا کہتا ہے؟ (59)۔۔۔ ناقوس (نصاری کا گھنٹہ جسے وہ اپنی عبادت کے وقت بجاتے ہیں) اپنی آواز میں کیا کہتا ہے؟ (60)۔۔۔ ایسی مخلوق کے متعلق

بتاؤ جنہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے الہام فرمایا وہ جنوں میں سے ہے، نہ انسانوں میں سے اور نہ ہی فرشتوں میں سے؟ (61)۔۔۔ جب دن نکلتا ہے تو رات کہاں چلی جاتی ہے اور (62)۔۔۔ جب رات چھا جاتی ہے تو دن کہاں چلا جاتا ہے؟"

حضرت سیدنا ابویزید بسطامی قُدَسِ سِرُّہ، التَّوَرَانِی نے پوچھا: "کیا ان کے علاوہ بھی کوئی سوال ہے؟" تو سب پادریوں نے کہا: "نہیں۔" تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا: "اگر میں نے ان کے جوابات صحیح طور پر دے دیئے تو کیا تم اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آؤ گے؟" سب نے کہا: "جی ہاں۔" تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بارگاہِ الہی عَزَّوَجَلَّ میں عرض کی: "یا اللہ عَزَّوَجَلَّ! تو ان کی باتوں پر گواہ ہے۔" پھر فرمایا: "اب اپنے سوالات کے جوابات سنتے جاؤ:"

- (1)۔۔۔ وہ ایک جس کا دوسرا نہیں تو وہ اللہ واحد قہار ہے۔
- (2)۔۔۔ وہ دو جن کا تیسرا نہیں تو وہ دن اور رات ہیں۔ جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَتَيْنِ (پ ۱۵، بنی اسرائیل: ۱۲)

- ترجمہ کنز الایمان: اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا۔
- (3)۔۔۔ وہ تین جن کا چوتھا نہیں تو وہ عرش، کرسی اور قلم ہیں۔
- (4)۔۔۔ وہ چار جن کا پانچواں نہیں تو وہ آسمانی کتابیں "تورات، انجیل، زبور اور قرآن پاک" ہیں۔

(5)۔۔۔ وہ پانچ جن کا چھٹا نہیں، تو وہ پانچ نمازیں ہیں جو ہر مسلمان مرد عورت پر فرض ہیں۔

(6)۔۔۔ وہ چھ جن کا ساتواں نہیں تو وہ چھ دن ہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ان کا ذکر قرآن پاک میں فرماتا ہے: **وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ** (پ ۲۶، ق: ۳۸) ترجمہ کنز الایمان: اور بے شک ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں بنایا۔

(7)۔۔۔ وہ سات جن کا آٹھواں نہیں تو وہ سات آسمان ہیں۔ چنانچہ، اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے: **سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طِبَاقًا** (پ ۲۹، الملک: ۳) ترجمہ کنز الایمان: سات آسمان ایک کے اوپر دوسرا۔

(8)۔۔۔ وہ آٹھ جن کا نواں نہیں تو وہ عرش اٹھانے والے آٹھ فرشتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے: **وَيَحِيطُ عَرْشُ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَلَاثِينَ** (پ ۲۹، الحاقہ: ۱۷) ترجمہ کنز الایمان: اور اس دن تمہارے رب کا عرش اپنے اوپر آٹھ فرشتے اٹھائیں گے۔

(9)۔۔۔ وہ نو جن کا دسواں نہیں تو وہ نو افراد کی جماعت تھی جو فساد برپا کرنے والے تھے۔ چنانچہ، فرمانِ باری تعالیٰ ہے: **وَكَانَ فِي الْبَدِيَّةِ تِسْعَةٌ رَهْطٌ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ** (پ ۱۹، النمل: ۳۸) ترجمہ کنز الایمان: اور شہر میں نو شخص تھے کہ زمین میں فساد کرتے اور سنوار نہ چاہتے۔

(10)۔۔۔ عَشْرًا كَامِلَةً (یعنی مکمل دس دن) سے مراد وہ دس دن ہیں جن میں حج تمتع کرنے والا ہدی کا جانور نہ پانے کی صورت میں روزے رکھتا ہے۔ چنانچہ، رب تعالیٰ ارشاد

فرماتا ہے: **فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ** ترجمہ کنز الایمان: تو تین روزے حج کے دنوں میں رکھے اور سات جب اپنے گھر پلٹ کر جاؤ یہ پورے دس ہوئے۔

(پ ۲، البقرہ: ۱۹۶)

(11)۔۔۔ وہ گیارہ جن کا بارہواں نہیں تو وہ حضرت سیدنا یوسف علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھائی ہیں۔ چنانچہ، اللہ تعالیٰ حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام کا قول حکایت کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: **إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا**۔ ترجمہ کنز الایمان: میں نے گیارہ تارے دیکھے۔ (پ ۱۲، یوسف: ۴)

(12)۔۔۔ وہ بارہ جن کا تیرہواں نہیں تو وہ مہینوں کی تعداد ہے۔ چنانچہ، رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: **إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ** (پ ۱۰، التوبہ: ۳۶) ترجمہ کنز الایمان: بے شک مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہے اللہ کی کتاب میں۔

(13)۔۔۔ وہ تیرہ جن کا چودہواں نہیں تو وہ حضرت سیدنا یوسف علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا خواب ہے۔ جیسا کہ رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ رَايْتُهُمَا لِي سَجْدِينَ (پ ۱۲، یوسف: ۴)

ترجمہ کنز الایمان: میں نے گیارہ تارے اور سورج اور چاند دیکھے انہیں اپنے لئے سجدہ کرتے دیکھا۔

(14)۔۔۔ وہ قوم جنہوں نے جھوٹ بولا پھر بھی جنت میں داخل کر دیئے گئے تو وہ حضرت سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھائی ہیں۔ جیسا کہ رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قَالُوا يَا بَنَا آدَمَ أَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكَنَا يُؤْسَفُ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَالْكَاهِنُ الذَّئِبُ (پ ۱۲، یوسف: ۱۷)

ترجمہ کنز الایمان: بولے اے ہمارے باپ! ہم دوڑ کرتے نکل گئے اور یوسف کو اپنے اسباب کے پاس چھوڑا تو اسے بھیڑیا کھا گیا۔

انہوں نے جھوٹ بولا پھر بھی جنت میں داخل کر دیئے گئے۔

(15)۔۔۔ وہ قوم جنہوں نے سچ بولا لیکن جہنم میں داخل کر دیئے گئے تو وہ

یہود و نصاریٰ ہیں اور وہ ان کا یہ قول ہے:

وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتْ النَّصْرَىٰ عَلَىٰ شَيْءٍ ۖ وَقَالَتِ النَّصْرَىٰ لَيْسَتْ الْيَهُودُ عَلَىٰ شَيْءٍ ۚ

ترجمہ کنز الایمان: اور یہودی بولے نصرانی کچھ نہیں اور نصرانی بولے یہودی کچھ نہیں۔

انہوں نے سچ کہا لیکن جہنم میں داخل کر دیئے گئے۔ (پ ۱، البقرہ: ۱۱۳)

(16)۔۔۔ تمہارے جسم میں تمہارے نام کا ٹھکانہ کان ہیں (یعنی جب کوئی نام بولا جاتا

ہے تو کان ہی سنتے ہے)۔

(17)۔۔۔ "وَالذَّرِيَّتِ ذَرُّوا" (یعنی بکھیر کر اڑانے والیاں) سے مراد چار ہوائیں

ہیں۔

(18)۔۔۔ اَلْحَبْلَتِ وَقُرْا سے مراد بادل ہیں جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ (پ ۲، البقرہ: ۱۶۴)

ترجمہ کنز الایمان: اور وہ بادل کہ آسمان و زمین کے بیچ میں حکم کا باندھا ہے۔

(19)۔۔۔ اَلْجُرَيْتِ يُسْمَا (یعنی نرم چلنے والیاں) سے مراد دریا میں چلنے والی کشتیاں

ہیں۔

(20)۔۔۔ "فَالْبَقْسِلَتِ أَمْرًا" سے مراد ملائکہ ہیں جو لوگوں کا رزق پندرہ شعبان سے دوسرے سال پندرہ شعبان تک تقسیم کرتے ہیں۔

(21)۔۔۔ جن چودہ نے ربِّ العالمین عَزَّوَجَلَّ سے کلام کیا تو وہ سات آسمان اور سات زمینیں ہیں۔ چنانچہ، ربِّ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا ۖ قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ ﴿٦٦﴾ (پ ۲۴، لم السجدة: ۱۱)

ترجمہ کنز الایمان: تو اس (آسمان) سے اور زمین سے فرمایا کہ دونوں حاضر ہو خوشی سے چاہے ناخوشی سے، دونوں نے عرض کی کہ ہم رغبت کے ساتھ حاضر ہوئے۔

(22)۔۔۔ وہ قبر جو صاحب قبر کو ساتھ لے کر چلی تو وہ حضرت سیدنا یونس علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی مچھلی ہے۔

(23)۔۔۔ جو چیز بلا روح ہے مگر سانس لیتی ہے تو وہ صبح ہے جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: وَالصُّبْحُ إِذَا تَنَفَّسَ ﴿٣٨﴾ (پ ۳۰، التکویر: ۱۸) ترجمہ کنز الایمان: اور صبح کی جب دم لے۔

(24)۔۔۔ وہ پانی جو آسمان سے اُتر، نہ زمین سے نکلا تو وہ گھوڑوں کا پسینہ ہے جس کو شیشے کی بوتل میں بھر کر ملکہ بلقیس نے حضرت سیدنا سلیمان بن داؤد علیہما الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا تھا۔

(25)۔۔۔ وہ چار نفوس جو باپ کی پشت سے پیدا ہوئے، نہ ماں کے بطن سے تو وہ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام، حضرت سیدتنا حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام کا مینڈھا اور حضرت سیدنا صالح علیہ السلام کی اونٹنی ہیں۔

(26)۔۔۔ زمین پر سب سے پہلا خون ہابیل کا بہایا گیا جب قاتیل نے اسے قتل کیا۔

(27)۔۔ ایسی چیز جس کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے پیدا کیا پھر خرید لیا تو وہ مؤمن کی جان ہے جیسا کہ وہ خود ارشاد فرماتا ہے: **إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةُ** (پ ۱۱، التوبہ: ۱۱۱) ترجمہ کنز الایمان: بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لئے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لئے جنت ہے۔

(28)۔۔ ایسی شے جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے پیدا کیا اور ناپسند کیا تو وہ گدھے کی آواز ہے جیسا کہ وہ خود ارشاد فرماتا ہے: **إِنَّ أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَبِيرِ** (پ ۲۱، لقمان: ۱۹) ترجمہ کنز الایمان: بے شک سب آوازوں میں بری آواز، آواز گدھے کی۔"

(29)۔۔ ایسی چیز جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے پیدا کیا اور اسے بڑا کہا تو وہ عورتوں کا مکر ہے چنانچہ، ارشاد فرمایا: **إِنَّ كَيْدَكُمْ عَظِيمٌ** (پ ۲۸، یوسف: ۲۸) ترجمہ کنز الایمان: بے شک تمہارا فریب بڑا ہے۔

(30)۔۔ وہ چیز جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا پھر اس کے متعلق سوال کیا تو وہ حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عصا ہے جیسا کہ قرآن پاک فرماتا ہے:

وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يُمُوسَىٰ ﴿٦٤﴾ قَالَ هِيَ عَصَايَ أَتَوَكَّأُ عَلَيْهَا وَأَهُشُّ بِهَا عَلَىٰ غَنِيٍّ وَلِيَ فِيهَا

مَا رِبُّ أُخْرَىٰ

ترجمہ کنز الایمان: اور یہ تیرے داہنے ہاتھ میں کیا ہے اے موسیٰ! عرض کی یہ میرا عصا ہے، میں اس پر تکیہ لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں پر پتے جھاڑتا ہوں۔ (پ ۱۶، طہ: ۱۷-۱۸)

(31)۔۔ سب سے افضل عورتیں اُمُّ البشر حضرت سیدتنا حواء رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت سیدتنا خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہا، حضرت سیدتنا آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت سیدتنا مریم بنت عمران رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔

(32)۔۔۔ سب سے افضل دریا سیحون، جیحون، دجلہ، فرات اور مصر کا دریائے نیل ہیں۔

(33)۔۔۔ سب سے افضل پہاڑ طور ہے۔

(34)۔۔۔ سب سے افضل چوپایہ گھوڑا ہے۔

(35)۔۔۔ سب سے افضل مہینہ ماہ رمضان المبارک ہے جیسا کہ اللہ عزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: **شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ** (پ ۲، البقرة: ۱۸۵) ترجمہ مکنز الایمان: رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اُترا۔

(36)۔۔۔ سب سے افضل رات شبِ قدر ہے چنانچہ، اللہ عزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: **لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ** (پ ۳۰، القدر: ۳) ترجمہ مکنز الایمان: شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر۔

(37)۔۔۔ "الطَّامَّة" سے مراد قیامت ہے۔

(38)۔۔۔ وہ درخت جس کی بارہ شاخیں ہیں، ہر شاخ میں تیس پتے، ہر پتے میں پانچ رنگ، دو سورج کی روشنی میں اور تین سائے میں، تو وہ درخت سال ہے، بارہ مہینے اس کی بارہ شاخیں ہیں، تیس پتے تیس دن ہیں اور پانچ رنگ پانچ نمازیں ہیں، تین سائے میں یعنی مغرب، عشاء اور فجر، دو روشنی میں یعنی ظہر اور عصر۔

(39)۔۔۔ وہ ایسی چیز جس میں روح نہیں اور نہ ہی اس پر حج واجب تھا پھر بھی اس نے کعبہ مبارکہ کا طواف کیا تو وہ حضرت سیدنا نوحؑ نوحی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کشتی ہے۔

(40)۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء پیدا فرمائے۔

(41)۔۔۔ ان میں سے تین سوتیرہ رسول ہیں۔

(42)۔۔۔ چار اشیاء جن کا ذائقہ اور رنگ مختلف ہے مگر اصل ایک ہے تو وہ آنکھ،

ناک، منہ اور کان ہے۔ آنکھ کا پانی نمکین، منہ کا پانی میٹھا، ناک کا پانی ترش اور کان کا پانی کڑوا ہوتا ہے۔

(43)۔۔۔ نَفِیْدُ ایک جھلی ہے جو گٹھلی کے اوپر ہوتی ہے۔

(44)۔۔۔ قَطْبِیْدُ انڈے کے چھلکے کو کہتے ہیں۔

(45)۔۔۔ فِتِیْل سے مراد گٹھلی کے اندر کا گودا ہے۔

(46)۔۔۔ اَلْسَبَدُ اور (47)۔۔۔ اَللَبَدُ بھیڑ اور بکری کے بالوں کو کہتے ہیں۔

(48)۔۔۔۔۔۔ اَلطَّم اور (49)۔۔۔۔۔۔ اَلرِّمَّ ہمارے باپ حضرت سیدنا آدم صفی

اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے کی جنات قومیں ہیں۔

(50)۔۔۔ گدھا جب شیطان کو دیکھتا ہے تو کہتا ہے: "اللہ عَزَّوَجَلَّ (ناجائز) ٹیکس لینے

والے پر لعنت فرمائے۔"

(51)۔۔۔ کتا اپنے بھونکنے میں کہتا ہے، "وَيْلٌ لِّأَهْلِ النَّارِ مِنْ غَضَبِ الْجَبَّارِ لِعِنِّی

دوزخیوں کے لئے ہلاکت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے غضب میں ہیں۔"

(52)۔۔۔ بیل اپنے ڈکارنے میں کہتا ہے: "سُبْحَنَ اللّٰهُ وَبِحَمْدِهِ۔"

(53)۔۔۔ گھوڑا اپنے ہنہانے میں کہتا ہے: "پاک ہے میری حفاظت فرمانے والا جب جنگجو لڑتے ہیں اور مردانِ کار لڑائی میں مصروف ہوتے ہیں۔"

(54)۔۔۔ اونٹ اپنے بلبلانے میں کہتا ہے: حَسْبِيَ اللَّهُ وَكَفَى بِهِ وَكِيلًا یعنی میرے لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کافی اور وہی میرا کارساز ہے۔"

(55)۔۔۔ مور اپنی چیخ و پکار میں کہتا ہے: اَلرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰی ﴿٥٦﴾ (پ ۱۶، ط: ۵) ترجمہ کنز الایمان: وہ بڑی مہر (رحمت) والا اس نے عرش پر استواء فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے۔

(56)۔۔۔ تیر اپنی سیٹی میں کہتا ہے، "بِالشُّكْرِ تَدْوُمُ النِّعَمُ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرنے سے نعمتیں ہمیشہ رہتی ہیں۔"

(57)۔۔۔ بلبل اپنے نغموں میں یوں گویا ہوتا ہے: فَسُبْحَانَ اللَّهِ حِينَ تُمْسُونَ وَحِينَ تُصْبِحُونَ ﴿١٤﴾ (پ ۲۱، الروم: ۱۷) ترجمہ کنز الایمان: تو اللہ کی پاکی بولو جب شام کرو اور جب صبح ہو۔

(58)۔۔۔ مینڈک اپنی تسبیح میں کہتا ہے: سُبْحَانَ الْمَعْبُودِ فِي الْبَرَارِيِّ وَالْقَفَارِ سُبْحَانَ إِلَهِكَ الْجَبَّارِ یعنی پاک ہے جنگلوں اور چٹیل میدانوں میں عظیم معبود، پاک ہے خدائے جبار۔"

(59)۔۔۔ ناقوس اپنی آواز میں کہتا ہے: "اللہ عَزَّوَجَلَّ پاک ہے، وہ حق ہے، اے ابن آدم! اس دنیا کے مشرق و مغرب میں دیکھ! کسی کو ہمیشہ باقی رہنے والا نہ پائے گا۔"

(60)۔۔۔ ایسی مخلوق جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے الہام فرمایا، وہ جنوں میں سے ہے، نہ انسانوں میں سے اور نہ ہی ملائکہ میں سے تو وہ شہد کی مکھی ہے۔ چنانچہ، اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: **وَ اَوْحٰی رَبُّکَ اِلٰی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوتًا وَمِّنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُونَ ﴿٦٨﴾** (پ ۱۴، النحل: ۶۸) ترجمہ کنز الایمان: اور تمہارے رب نے شہد کی مکھی کو الہام کیا کہ پہاڑوں میں گھر بنا اور درختوں اور چھتوں میں۔

(61)۔۔۔ جب دن آتا ہے تو رات کہاں جاتی ہے؟ اور (62)۔۔۔ جب رات چھا جاتی ہے تو دن کہاں چلا جاتا ہے؟ یہ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پوشیدہ علم میں ہے، کسی نبی یا مقرب فرشتے پر بھی ظاہر نہیں۔

مذکورہ تمام جوابات دینے کے بعد حضرت سیدنا ابو یزید بسطامی قُدَسِ سِرُّہ، الثَّوْرَانِی نے پوچھا: "کیا تمہارا کوئی سوال باقی ہے؟" انہوں نے کہا: "نہیں۔" تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بڑے پادری سے فرمایا: بتاؤ "آسمانوں اور جنت کی چابی کیا ہے؟" ان کا بڑا پادری خاموش رہا تو سب نے اسے کہا: "آپ نے اتنے سوال پوچھے اور انہوں نے سب کے جواب دیئے، اب انہوں نے ایک ہی سوال کیا اور آپ جواب دینے سے عاجز آگئے۔" پادری نے کہا: "میں عاجز نہیں آیا لیکن مجھے ڈر ہے کہ میں جواب دوں گا تو تم تسلیم نہیں کرو گے۔" انہوں نے کہا: "کیوں نہیں، ہم مانیں گے، کیونکہ آپ ہمارے بزرگ ہیں، آپ جو بھی فرمائیں گے ہم سر تسلیم خم کریں گے۔" تو بڑے پادری نے کہا: "آسمانوں اور جنت کی چابی کلمہ طیبہ **"لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم"** ہے۔" جب دیگر پادریوں اور راہبوں نے سنا تو وہ سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ انہوں نے گر جا گھر توڑ کر اسے مسجد میں تبدیل کر دیا اور اپنے اپنے زنا بھی توڑ دیئے۔

حضرت سیدنا ابویزید بسطامی قُدّس سرّہ، التَّوَرَانِی کو غیب سے آواز آئی: "اے ابو یزید! تو نے ہمارے لئے ایک زَنّار باندھا تو ہم نے تیری خاطر پانچ سوزنار توڑ دیئے۔"

(الروض الفائق ص ۵۲۲-۵۲۹)

(11) ماں کو قتل کرنے کا انجام

حضرت سیدنا جعفر بن سلیمان علیہ رحمۃ المّتان فرماتے ہیں، حضرت سیدنا مالک بن دینار علیہ رحمۃ اللہ الغفار نے فرمایا: "ایک مرتبہ حج کے موسم میں، میں خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا۔ حاجیوں اور عمرہ کرنے والوں کی اتنی کثرت تھی کہ انہیں دیکھ کر تعجب ہوتا تھا۔ میرے دل میں یہ خواہش ابھری کہ کاش! کسی طرح مجھے معلوم ہو جائے کہ ان لوگوں میں سے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں کون مقبول ہے تاکہ میں اس کو مبارکباد دوں اور جس کے بارے میں معلوم ہو جائے کہ یہ مردود ہے اور اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اس کا حج قبول نہیں تو اس کو نیکی کی دعوت دوں اور اس کے لئے دعا کروں۔" جب رات کو میں سویا تو خواب میں کسی کہنے والے نے کہا: "اے مالک بن دینار! تو حاجیوں اور عمرہ کرنے والوں کے بارے میں فکر مند ہے؟ تو سن! اس مرتبہ اللہ عزوجل نے ہر چھوٹے بڑے، مرد و عورت، سفید و سیاہ رنگت والے، عربی و عجمی الغرض ہر حج اور عمرہ کرنے والے کو بخش دیا ہے لیکن ایک شخص کی مغفرت نہیں کی گئی، اللہ عزوجل کا اس شخص پر بہت زیادہ غضب ہے اور اللہ عزوجل اس سے ناراض ہے۔ اس کا حج قبول نہیں کیا گیا بلکہ اس کے منہ پر مار دیا گیا ہے۔"

حضرت سیدنا مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "اس خواب کے بعد میری جو حالت ہوئی اسے اللہ عزوجل ہی بہتر جانتا ہے۔" میں نے یہ گمان کر لیا کہ وہ مغضوب شخص

شاید میں ہی ہوں اور اللہ عزوجل مجھ سے ناراض ہے۔ میں بہت پریشان رہا۔ سارا دن اسی غم اور فکر میں گزر گیا پھر دوسری رات تھوڑی دیر کے لئے میری آنکھ لگی تو پھر مجھے اسی طرح کا خواب نظر آیا اور ایسی ہی غیبی آواز سنائی دی، پھر کہا گیا: "اے مالک بن دینار! تو وہ نہیں جس کا ذکر کیا جا رہا ہے بلکہ وہ تو خراسان کا ایک شخص ہے جو بلخ شہر میں رہتا ہے، اس کا نام محمد بن ہرون بلخی ہے۔ اللہ عزوجل اس سے شدید ناراض ہے، اس کا حج مردود ہے اور اس کے منہ پر مار دیا گیا ہے۔"

حضرت سیدنا مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "میں صبح خراسان سے آئے ہوئے حاجیوں کے قافلے میں گیا انہیں سلام کیا اور ان سے پوچھا: "کیا تم میں بلخ شہر کے حجاج موجود ہیں؟" انہوں نے کہا: "ہاں! ہم میں بلخ کے کئی حاجی موجود ہیں۔" میں نے پھر پوچھا: "کیا تم میں کوئی محمد بن ہرون بلخی ہے؟" انہوں نے کہا: "مرحبا! اس نیک شخص کو کون نہیں جانتا، اس سے بڑھ کر عابد و زاہد پورے خراسان میں کوئی نہیں۔"

(حضرت سیدنا مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ) مجھے ان لوگوں کی زبانی اس کی تعریف سن کر بڑا تعجب ہوا کیونکہ خواب میں معاملہ اس کے برعکس تھا۔ بہر حال میں نے ان سے پوچھا: "اس وقت وہ کہاں ہو گا؟" لوگوں نے کہا: "وہ چالیس سال سے مسلسل روزے رکھ رہا ہے اور ساری ساری رات عبادت میں گزار دیتا ہے، اگر تم اسے تلاش کرنا چاہتے ہو تو مکہ مکرمہ کے کسی ٹوٹے پھوٹے مکان میں تلاش کرو وہ ایسی ہی جگہوں میں قیام کرتا ہے۔" ان لوگوں سے یہ معلومات حاصل کرنے کے بعد میں مکہ شریف کے ویران علاقے کی طرف گیا اور اس ابن ہرون کو ڈھونڈنے لگا۔ بالآخر ایک دیوار کے پیچھے میں نے ایک شخص کو دیکھا۔ میں

نے جان لیا کہ یہی ابن ہرون ہے۔ اس کی حالت یہ تھی کہ اس کا سیدھا ہاتھ کٹا ہوا تھا اور اس ہاتھ کی ہڈی میں سوراخ کر کے زنجیر ڈال دی گئی تھی۔ ابن ہرون نے اپنے کٹے ہوئے ہاتھ کو زنجیر کی مدد سے گردن سے لٹکایا ہوا تھا۔ اسی طرح اس نے اپنے قدموں میں بھی بیڑیاں ڈال رکھی تھیں اور وہ مشغول عبادت تھا۔ جب اس نے میرے قدموں کی آہٹ سنی تو وہ میری طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا: "اے اللہ عزوجل کے بندے! تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے؟" میں نے کہا: "میرا نام مالک بن دینار (علیہ رحمۃ اللہ الغفار) ہے اور میں بصرہ کا رہنے والا ہوں۔" وہ کہنے لگا: "اچھا! تم وہی مالک بن دینار (علیہ رحمۃ اللہ الغفار) ہو جن کی علیست اور زہد و تقویٰ کے ڈنکے پورے عراق میں بک رہے ہیں۔" میں نے کہا: "عالم تو اللہ عزوجل کی ذات ہے اور زاہد و عابد حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ المجید ہیں، وہ اگر چاہیں تو خوب عیش و عشرت سے زندگی گزار سکتے ہیں لیکن بادشاہت کے باوجود انہوں نے زہد و تقویٰ اختیار کیا اور دنیا سے بے رغبتی ان کے اندر بدرجہ اتم پائی جاتی ہے، ہمیں تو دنیاوی نعمتیں میسر ہی نہیں اس لئے ان سے دور ہیں۔" اُس نے مجھ سے کہا: "اے مالک بن دینار (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)! تم میرے پاس کس لئے آئے ہو؟ اگر تم نے میرے بارے میں کوئی خواب دیکھا ہے تو بیان کرو۔" میں نے کہا: "مجھے تمہارے سامنے وہ خواب بیان کرتے ہوئے شرم محسوس ہو رہی ہے۔" تو وہ کہنے لگا: "اے مالک بن دینار (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)! تم نے جو خواب دیکھا ہے وہ بیان کرو اور مجھ سے شرم نہ کرو۔"

(حضرت سیدنا مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ) بالآخر میں نے اسے اپنا خواب سنایا۔ خواب سن کر وہ کافی دیر تک روتا رہا، پھر کہنے لگا: "اے مالک بن دینار (رحمۃ اللہ

تعالیٰ علیہ)! مسلسل چالیس سال سے میرے بارے میں حج کے موقع پر اسی طرح کا خواب کسی نیک و زاہد بندے کو دکھایا جاتا ہے اور اسے بتایا جاتا ہے کہ میں جہنمی ہوں۔ "حضرت سیدنا مالک بن دینار علیہ رحمۃ اللہ الغفار فرماتے ہیں کہ یہ باتیں سن کر میں نے اس سے پوچھا: "کیا تیرے اور اللہ عزوجل کے درمیان کوئی بہت بڑا گناہ حائل ہے؟" اس نے کہا: "ہاں! میرا گناہ زمین و آسمان اور عرش و کرسی سے بھی بڑا ہے۔" میں نے کہا: "مجھے تم اپنا وہ گناہ بتاؤ تاکہ میں لوگوں کو اس کے ارتکاب سے بچاؤں اور انہیں اس گناہ سے ڈراؤں جس کی سزا تم بھگت رہے ہو۔" تو وہ کہنے لگا: "اے مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ! میں شراب کا عادی تھا اور ہر وقت شراب کے نشے میں مدہوش رہتا۔ ایک مرتبہ میں اپنے ایک شرابی دوست کے پاس گیا۔ میں نے وہاں خوب شراب پی پھر جب مجھ پر نشہ طاری ہونے لگا اور میری عقل پر پردہ پڑ گیا تو میں نشے کی حالت میں گر تا پڑتا اپنے گھر پہنچا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ میری زوجہ نے دروازہ کھولا۔ میں گھر میں داخل ہوا تو میری والدہ تنور میں آگ جلا کر لکڑیاں ڈال رہی تھی اور اس میں خوب آگ بھڑک رہی تھی۔" جب میری والدہ نے مجھے نشے کی حالت میں دیکھا تو میری طرف آئی۔ میں لڑکھڑا کر گرنے لگا تو اس نے مجھے تھام لیا اور کہنے لگی: "آج شعبان المعظم کی آخری تاریخ ہے اور رمضان المبارک کی پہلی رات شروع ہونے والی ہے، لوگ صبح روزہ رکھیں گے اور تیری صبح اس حالت میں ہوگی کہ تو شراب کے نشے میں ہوگا، کیا تجھے اللہ عزوجل سے حیا نہیں آتی؟" یہ سن کر مجھے غصہ آگیا اور میں نے ایک گھونسا اپنی والدہ کے سینے پر مارا اور اسے اٹھا کر جلتے ہوئے تنور میں ڈال دیا، میں اس وقت نشے میں تھا اور میرے ہوش و حواس بحال نہ تھے، جب میری زوجہ نے یہ دردناک منظر دیکھا تو اس نے مجھے دھکیل کر ایک کوٹھڑی میں بند کر دیا اور باہر سے

کنڈی لگادی تاکہ پڑوسی میری آواز نہ سن سکیں اور انہیں معاملے کی خبر نہ ہو۔" میں اسی طرح نشے کی حالت میں پڑا رہا جب رات کافی گزر گئی تو مجھے ہوش آیا اب میرا نشہ دور ہو چکا تھا۔ میں دروازے کی طرف بڑھا تو دروازہ بند تھا۔ میں نے اپنی زوجہ کو آواز دی کہ دروازہ کھولو۔ اس نے بڑے سخت لہجے میں جواب دیا: "میں دروازہ نہیں کھولوں گی۔" میں نے کہا: "آخر تم مجھ سے اتنی ناراض کیوں ہو؟ آخر میں نے ایسی کون سی خطا کی ہے؟" اس نے کہا: "تُو نے اتنی بڑی خطا کی ہے کہ تُو اس لائق ہی نہیں کہ تجھ پر رحم کیا جائے۔" میں نے کہا: "آخر بات کیا ہے؟ مجھے بھی تو معلوم ہو کہ میں نے کیا بُری حرکت کی ہے؟" میری زوجہ نے کہا: "تُو نے اپنی ماں کو قتل کر دیا ہے اور اسے جلتے ہوئے تنور میں ڈال دیا ہے اور اب وہ جل کر کوئلہ بن چکی ہے۔" جب میں نے یہ بات سنی تو مجھ سے نہ رہا گیا اور میں نے دروازہ اکھاڑ پھینکا اور تنور کی طرف لپکا، جب تنور میں دیکھا تو میری والدہ جل کر کوئلہ ہو چکی تھی۔ میں یہ حالت دیکھ کر بہت افسردہ ہوا اور اُلٹے قدموں ٹوٹے ہوئے دروازے کی طرف بڑھا اپنا ہاتھ چوکھٹ پر رکھا اور اس ہاتھ کو کاٹ ڈالا جس سے میں نے اپنی ماں کو گھونسا مارتا تھا، پھر میں نے لوہا گرم کر کے اس ہاتھ کی ہڈی میں سوراخ کیا اور اس میں زنجیر ڈال کر گلے میں لٹکا لیا پھر اپنے دونوں پاؤں میں بھی بیڑی ڈال لی۔ اس وقت میری ملکیت میں آٹھ ہزار دینار تھے وہ سب کے سب میں نے غروبِ آفتاب سے قبل صدقہ کر دیئے۔ 26 لونڈیاں اور 23 غلام آزاد کئے اور اپنی تمام جائیداد اللہ عز و جل کے نام پر وقف کر دی۔ اب مسلسل چالیس سال سے میری یہ حالت ہے کہ دن میں روزہ رکھتا ہوں اور ساری ساری رات اپنے پروردگار عز و جل کی عبادت کرتا ہوں اور چالیس دن کے بعد کھانا کھاتا ہوں۔ صرف افطاری کے وقت تھوڑا سا پانی اور کوئی معمولی سی چیز کھا لیتا ہوں۔ میں ہر سال حج کرنے

آتا ہوں اور ہر سال کسی عالم وزاہد کو میرے متعلق ایسا ہی خواب دکھایا جاتا ہے جیسا آپ کو دکھایا گیا ہے، یہ ہے میری ساری داستانِ عبرت نشان۔"

حضرت سیدنا مالک بن دینار علیہ رحمۃ اللہ الغفار فرماتے ہیں: "یہ سن کر میں نے اس کے چہرے کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا اور کہا: "اے منحوس انسان! قریب ہے کہ جو آگ تجھ پر نازل ہونے والی ہے وہ ساری زمین کو جلا ڈالے۔ پھر میں وہاں سے ایک طرف ہو گیا اور ایک جگہ چھپ گیا تاکہ وہ مجھے نہ دیکھ سکے۔ جب اس نے محسوس کیا کہ میں جاچکا ہوں تو اس نے اپنا ہاتھ آسمان کی طرف اٹھایا اور اللہ عزوجل سے اس طرح مناجات کرنے لگا: "اے غموں اور مصیبتوں کو دور کرنے والے! اے مجبور اور پریشان حال لوگوں کی دعائیں قبول کرنے والے! اے میری اُمیدوں کی لاج رکھنے والے! اے گہرے سمندروں کو پیدا کرنے والے! اے میرے پاک پروردگار عزوجل! اے وہ ذات جس کے دستِ قدرت میں تمام بھلائیاں ہیں! میں تیری رضا چاہتا ہوں اور تیری ناراضگی سے پناہ مانگتا ہوں، تُو اپنے عفو و کرم کے صدقے مجھے عذاب سے محفوظ رکھ اور مجھے اپنی ناراضگی سے بچا۔ اے میرے پاک پروردگار عزوجل! میں کماحقہ تیری تعریف نہیں کر سکتا، تُو ایسا ہی ہے جیسا تُو نے اپنی تعریف خود بیان فرمائی، اے میرے رحیم و کریم پروردگار عزوجل! تُو میری اُمیدوں کی لاج رکھ لے، بے شک میں تجھ سے تیری رحمت کا طالب ہوں۔ (مجھے یقین ہے) کہ تُو میری دعا کو رد نہیں کریگا۔ میں صرف تجھ ہی سے دعا کرتا ہوں۔ اے اللہ عزوجل! موت سے پہلے مجھے اپنی رضا کا مژدہ سنا دے اور مجھے اپنے عفو و کرم کی ایک جھلک دکھا دے۔"

حضرت سیدنا مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی یہ رقت انگیز مناجات سن کر میں اپنی منزل کی طرف لوٹ آیا۔ پھر جب رات کو نیند آئی تو دل کی آنکھیں کھل گئیں۔ مجھے خواب میں پیارے آقا، مدینے والے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اے مالک بن دینار! تُو لوگوں کو اللہ کی رحمت اور اس کے عفو و کرم سے مایوس مت کر۔" بے شک اللہ عز و جل محمد بن ہرون کے افعال سے باخبر ہے اور اللہ عز و جل نے اس کی دعا قبول فرما کر اس کی لغزشوں اور خطاؤں کو معاف فرمادیا ہے تُو صبح اس کے پاس جانا اور اس سے کہنا: "بے شک اللہ عز و جل بروز قیامت میدانِ محشر میں تمام اولین و آخرین کو جمع فرمائے گا۔ اگر کسی سینگ والے جانور نے بغیر سینگ والے جانور کو مارا ہو گا تو اس کو بدلہ دلوائے گا اور ذرے ذرے کا حساب لے گا۔ اللہ عز و جل فرماتا ہے: مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! میں ذرے ذرے کا حساب لوں گا اور اگر کسی نے ذرہ بھر بھی ظلم کیا ہو گا تو مظلوم کو ظالم سے اس کا حق دلواؤں گا۔ اے ابن ہرون! کل بروز قیامت اللہ عز و جل تجھے اور تیری ماں کو اکٹھا کریگا اور تیرے بارے میں فیصلہ ہو گا۔ فرشتے تجھے مضبوط زنجیروں میں جکڑ کر جہنم کی طرف دھکیل دیں گے پھر تُو دنیوی تین دن اور تین رات کے برابر جہنم کی آگ کا مزہ چکھے گا کیونکہ اللہ عز و جل فرماتا ہے: "میں نے اپنے اُوپر یہ بات لازم کر لی ہے کہ میرا جو بندہ بھی ناحق کسی جان کو قتل کریگا یا شراب پئے گا تو میں اسے جہنم کی آگ کا مزہ ضرور چکھاؤں گا اگرچہ وہ کیسا ہی برگزیدہ کیوں نہ ہو۔" اے ابن ہرون! پھر اللہ عز و جل تیری ماں کے دل میں تیرے لئے رحم ڈالے گا اور اس کے دل میں یہ بات ڈال دے گا کہ وہ اللہ عز و جل سے سوال کرے کہ: "اے اللہ عز و جل! تُو میرے بیٹے کو بخش دے۔" پھر اللہ عز و جل

تجھے، تیری والدہ کے حوالے کر دے گا، تیری والدہ تیرا ہاتھ پکڑ کر تجھے جنت میں لے جائے گی۔"

حضرت سیدنا مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "جب صبح ہوئی تو میں فوراً بن ہرون کے پاس گیا اور اسے بشارت دی کہ آج رات خواب میں مجھے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے تیرے بارے میں اس طرح بتایا ہے پھر میں نے اسے اپنا پورا خواب سنایا۔ خدا عز و جل کی قسم! میرا خواب سن کر وہ جھوم اٹھا اور اس کی روح اس طرح آسانی سے اس کے تن سے جدا ہوئی جیسا کہ پتھر کو جب پانی میں ڈالا جائے تو وہ آسانی سے نیچے کی جانب چلا جاتا ہے۔ پھر اس کی تجہیز و تکفین کا انتظام کیا گیا اور میں نے اس کے جنازہ میں شرکت کی۔" (عیون الحکایات اردو، ج ۱، ص ۲۱۸)

(12) دروازہ نہ کھل سکا

۵۰ سال کی بوڑھی امانے اپنے بوڑھے شوہر کو آواز دی کہ سنتے ہو الماری کا شیشہ نہیں کھل رہا، بوڑھا شوہر آگے بڑھا اور کھولنے کی کوشش کی لیکن کھولنے میں کامیاب نہ ہو سکا، جب جوان بیٹے نے دیکھا تو ذرا سا زور لگایا آسانی سے دروازہ کھل گیا اور غصے سے بولا لوجی یہ بھی کوئی مشکل کام تھا؟ باپ مسکرایا اور بولا بیٹا یاد ہے جب تو بچہ تھا اور گھر کا دروازہ کھولنے کی کوشش کرتا تھا تو میں جان بوجھ کر آہستہ آہستہ تیرے دروازہ کھولنے میں اس طرح مدد کرتا تھا کہ تو سمجھے کہ دروازہ تو نے خود کھولا ہے، اور یہ سب میں اس لئے کرتا تھا تا کہ تیرے اندر خود اعتمادی آئے۔ اور تیرا دل نہ ٹوٹنے پائے اور تیری ہمت بڑھے۔ باپ کی بات سن کر بیٹے کی آنکھ سے آنسو جاری ہو گئے۔

(13) ۲۵ مرتبہ میں چڑیا کبنا سیکھا

ایک دفعہ بوڑھے باپ نے بیٹے سے پوچھا: بیٹا جو تو نے گاڑی لیا ہے اس کا نام کیا ہے؟ بیٹا بولا ہونڈا، چند گھنٹوں بعد بوڑھا باپ گاڑی کا نام بھول گیا لہذا اس نے پھر گاڑی کا نام پوچھا، بیٹا حیران ہو کر بولا: ابو! ہونڈا ہے۔ رات کو سونے سے پہلے باپ نے پھر سوال کیا کہ بیٹا تو نے اپنی گاڑی کا کیا نام بتایا تھا؟ اب تو جو ان بیٹا کنٹرول نہ کر سکا اور غصے میں بولا: آپ کو میں کتنی بار بتاؤں ہونڈا۔ ہونڈا ہونڈا۔ باپ خاموش ہو گیا الماری سے ۳۰ سالہ پرانی نوٹ بک نکالی اور بیٹے سے کہا: ذرا اس کا یہ والا صفحہ تو پڑھنا۔ بیٹے نے مجبوراً اس صفحہ کو پڑھنا شروع کیا جس میں لکھا تھا: آج میری خوشی کا بہت بڑا دن ہے کیونکہ میرے بیٹے نے پہلی دفعہ لفظ چڑیا بولا اور مجھ سے ۲۵ مرتبہ کہا بابا وہ کون ہے اور میں نے خوشی اور مسرت کے ساتھ ۲۵ مرتبہ جواب دیا بیٹا بولو چڑیا چڑیا چڑیا۔ جو ان بیٹا حیرانگی کے ساتھ ایک ایک لفظ پڑھتا جاتا اور آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات کرتا جاتا۔

اس بیٹے نے معلوم ہو جانے کے بعد مان گیا اور ایک ہم ہیں کہ نہیں مانتے اب تو بھائی پتہ چل گیا کہ ہمارے ماں باپ نے ہمارے لئے کیا کیا ہے اب تو ماں باپ کے قدم چوم کر معافی مانگ لو، اب تو اپنی آنکھیں کھولو بھائی؟

مدنی پھول: کروڑوں سلام ہوں اس ماں پر کہ جب کبھی دسترخوان میں کھانا کم پڑنے لگتا تو سب سے پہلے جو یہ کہتا کہ مجھے تو آج بھوک ہی نہیں تھی (وہ ماں ہے۔

مدنی پھول: جب جب بچہ ماں کے پیٹ میں زور سے کہنی یا لات مارتا ہے تو ماں خوشی سے سب کو بتاتی ہے۔ لیکن اولاد کے پاس آج رات کو سونے سے پہلے اس کے پاؤں دبانے کے لئے وقت نہیں ہے۔

مدنی پھول: اے کاش کہ ایسا ممکن ہو تا کہ زندگی آخر سے شروع ہوتی کہ مرتے وقت ماں کی آغوش ملتی اور جان نکلتے ہوئے اس کی میٹھی میٹھی لوری سننے کو ملتی۔

مدنی پھول: وہ ماں باپ جو اپنے بیٹے کو انگلی پکڑا کر چلنا سکھاتے ہیں آج وہ بچے اپنے بوڑھے ماں باپ کی ویل چر پکڑتے ہوئے شرماتے ہیں۔

مدنی پھول: واقعی کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ ایک ماں باپ دس بچوں کو پال لیتے ہیں لیکن دس بچے ایک ماں باپ کو نہیں پال پاتے۔

(14) محمود غزنوی کے تین سوالات

سلطان کا پورا نام یحییٰ بن الدولہ ابو القاسم محمود ابن سبکتگین تھا جو تاریخ میں محمود غزنوی کے نام سے مشہور ہوئے۔ سلطان کی پیدائش بروز منگل 2 نومبر 971ء کو ہوئی اور انتقال 30 اپریل 1030ء کو ہوا۔ سلطان محمود رحمۃ اللہ علیہ 997ء سے اپنے انتقال تک سلطنت غزنوی کے حکمران تھے۔ انہوں نے غزنی شہر کو دنیا کے دولت مند ترین شہروں میں تبدیل کر دیا اور اس کی وسیع سلطنت میں موجودہ مکمل افغانستان، ایران اور پاکستان کے کئی حصے اور شمال مغربی بھارت شامل تھا۔ وہ تاریخ اسلامیہ کے پہلے حکمران تھے جنہوں نے سلطان کا لقب اختیار کیا۔ وہ پہلے مسلمان حکمران تھے جنہوں نے ہندوستان پر 17 حملے کئے اور ہر حملے میں فتح حاصل کی۔ اس عظیم مجاہد کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے ہندوستان کے بت کدے لرز اٹھتے تھے۔

سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی کا زیادہ تر حصہ گھوڑے کی پیٹھ پر سواری کر کے گزرا۔ یہ سلطنت غزنویہ کے سب سے مشہور سلطان تھے۔ سلطنت غزنویہ 976ء سے 1186ء تک قائم ایک حکومت تھی جس کا دار الحکومت افغانستان کا شہر غزنی تھا۔

جب سامانی حکومت کمزور ہو گئی اور اس کے صوبہ دار خود مختار ہو گئے تو ان میں ایک صوبہ دار سبکتگین 366ھ تا 387ھ نے افغانستان کے دار الحکومت کابل کے جنوب میں واقع شہر غزنی میں 366ھ میں ایک آزاد حکومت قائم کی جو تاریخ میں دولت غزنویہ اور آل سبکتگین کے نام سے جانی جاتی ہے۔ بعد میں سبکتگین کا خراسان پر بھی قبضہ ہو گیا۔ اسی سبکتگین کے زمانے میں مسلمان پہلی مرتبہ درہ خیبر کے راستے پاکستان میں داخل ہوئے۔

کہا جاتا ہے کہ سلطان محمود غزنوی کے ذہن میں ہمیشہ تین سوال کھلتے رہتے پہلا سوال یہ کہ میں واقعی سبکتگین کا بیٹا ہوں کے نہیں۔ کیونکہ ان کے متعلق مشہور تھا کہ یہ بادشاہ کے سگے بیٹے نہیں بلکہ لے پالک ہیں۔ دوسرا یہ کہ علماء واقعی انبیاء کے وارث ہیں، یہ تو خود بے اختیار قوم ہیں انبیاء کا وارث تو بادشاہ وقت یا کسی با اختیار آدمی کو ہونا چاہیے تھا۔ تیسرا یہ کہ میں جنت میں جاؤں گا یا نہیں۔ انہی تین سوالات کو ذہن میں لے کر وہ ہمیشہ پریشان رہتے تھے ایک مرتبہ کسی سفر سے واپس آرہے تھے کہ راستے میں ایک طالب علم کو دیکھا جو کتاب ہاتھ میں لیے ایک کباب فروش کے دیئے کے پاس کھڑا ہے ہوا چلتی ہے تو یہ طالب علم دیئے کے ذرا قریب ہو جاتا ہے۔ زیادہ آگے بھی نہیں بڑھ سکتا کہیں کباب فروش یہ نہ کہہ دے کہ بھائی لینا نہیں تو پھر کھڑے کیوں ہو؟ سلطان محمود رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ منظر دیکھا تو خادم کو حکم دیا کہ مشعل اس طالب علم کو دیا جائے۔ خود اندھیرے میں گھر تشریف لے آئے، اسی رات خواب میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زیارت ہوئی آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ایک جملہ ارشاد فرمایا اور سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے تینوں سوالوں کے جواب مل گئے، معلوم ہے جملہ کیا تھا؟ ملاحظہ ہو: اے سبکدہ کے بیٹے تیرے جنت میں جانے کے لئے اتنا کافی ہے کہ تو نے اس انبیاء کے وارث کو چراغ دیا۔

(15) قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت

قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ کی جلالت علمی اور عشقِ مصطفیٰ سے کون ناواقف ہوگا؟ قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہورِ زمانہ کتاب ”الشفاء شریف“ ایسی کتاب ہے جو آپ کو ہمیشہ کے لیے زندہ کر گئی۔ شفاء شریف جیسی کتاب نہ ان سے پہلے کسی نے لکھی نہ بعد میں کوئی لکھ سکا!

امام عینی، ابن حجر، امام نووی رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے امت کے امام، قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ بطور سند دیتے ہیں۔ حدیث پاک کی کتب میں جہاں قال القاضی ہو وہاں قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ ہی مراد ہوتے ہیں۔ ان کی کتاب شفاء شریف کو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں شرفِ قبولیت نصیب ہوئی ہے۔ شفاء شریف پڑھنا شفا ہے اس کی قراءت سے طاعون کی بیماری سے نجات ملتی ہے۔ شفاء شریف کی 30 سے زیادہ شروحات لکھی گئی ہیں۔

کیا آپ جانتے ہیں اتنے بڑے امام اور ایسی لاجواب کتاب کے مصنف کے ساتھ لوگوں نے کتنا بڑا ظلم کیا تھا؟ ذرا دل تھام کر پڑھیے: مراکش میں موحدین نے مرابطین کی حکومت گرا کر اپنی حکومت قائم کی تو موحدین کے بانی محمد بن تومرت نے المرشدہ نامی عقیدہ گھڑ

لیا جو کہ معتزلہ جہمیہ اور اشاعرہ کا مرکب تھا، پھر اس نے خود مہدی اور معصوم کہلانا شروع کر دیا، اسی دور میں قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ مراکش کے قاضی تھے، محمد بن تومرت نے سوچا کہ اس علاقے کے سب سے بڑے عالم قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ ہیں اگر وہ میرے مہدی ہونے اور معصوم ہونے کا فتویٰ دے دیں تو میری حکومت مضبوط ہو جائے گی اور دوسرے ممالک کے لوگ بھی میرے تابع ہو جائیں گے۔

مگر قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ علمائے ربانین کے سرخیل تھے آپ نے سرعام ابن تومرت کو کہا کہ میرا فتویٰ تو یہ ہے کہ تو کذاب و دجال ہے نہ مہدی ہے نہ معصوم ہے تو خود گمراہ ہے اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہے۔ بس پھر کیا تھا اسی وقت قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ کو نیزے مار مار کر شہید کر دیا گیا۔ اور اسی پر بس نہ کیا گیا بلکہ قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ کے جسم کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر دیئے گئے اور پھر ان کو بغیر غسل بغیر کفن دیئے بغیر جنازہ پڑھائے مراکش کے ایک گرجا گھر میں دفن کر دیا گیا تاکہ کسی مسلمان کو اس کی خبر نہ ہو اور نہ آپ کی قبر کا علم ہو۔ یہ واقعہ 544 ہجری میں ہوا۔

پھر 712 ہجری میں تقریباً پونے دو سو سال بعد سنیوں کی سلطنت مرنیہ قائم ہوئی تو قاضی ابواسحاق بن صباغ نے قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کا پتہ کروایا۔

اور وہاں سے صفائی کروا کر پونے دو سو سال بعد نماز جنازہ ادا کی اور بے شمار بار قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ پڑھی گئی اور بے شمار بار ختم قرآن کیا گیا۔ علماء حق کی یہی نشانی ہوتی ہے کہ کسی صورت باطل کی حمایت نہیں کرتے خواہ ان کو کوئی بھی قیمت ادا کرنی پڑے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ قبر پر ختم قرآن امت کے اسلاف کا طریقہ رہا ہے۔ اگر آپ عشق

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دل میں بڑھانا چاہتے ہیں تو شفاء شریف کا مطالعہ کریں۔ اللہ رب العزت قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ کے درجات بلند کرے اور ان کے صدقے ہماری بخشش کرے۔ آمین

(16) حضرت علی المرتضیٰ کے فیصلے

غلام کون ہے؟

ایک قاضی اور جج (Justice) کی زندگی میں بسا اوقات ایسے پیچیدہ مقدمے بھی آجاتے ہیں جن کا حل انتہائی مشکل اور دشوار نظر آتا ہے۔ دراصل اس طرح کے مقدمات اس بات کا فیصلہ بھی کر دیتے ہیں کہ قاضی کن صلاحیتوں کا حامل ہے اور عقل و دانش کے کس بلند رُتبے پر فائز ہے، آئیے! شیر خدا حضرت سیدنا مولا علی رضی اللہ عنہ کے کچھ دل چسپ اور مشکل فیصلوں کو ملاحظہ کیجئے اور دیکھئے کہ آپ کے فیصلوں نے کس طرح پریشان حالوں کی پریشانی حل کی، دکھیاروں کا دکھ دور کیا اور آزمائش میں گھر جانے والوں کو آزمائش سے نکالا۔

یمن کے ایک آدمی نے اپنے لڑکے کو سفر پر بھیجا تو اس کے ساتھ ایک غلام بھی روانہ کیا، راستے میں کسی بات پر دونوں میں جھگڑا ہو گیا، کوفہ پہنچ کر غلام نے دعویٰ کر دیا کہ یہ لڑکا میرا غلام ہے اور میں اس کا آقا ہوں، یہ کہہ کر اس نے لڑکے کو بچنا چاہا، جب یہ مقدمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ نے اپنے خادم سے فرمایا: کمرے کی دیوار میں دو بڑے سوراخ بناؤ اور ان دونوں سے کہو: اپنے اپنے سران سوراخوں سے باہر نکالیں، جب دونوں نے اپنے سر سوراخوں سے باہر نکال لئے، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خادم سے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار لے آؤ، خادم تلوار لایا تو آپ نے خادم سے کہا: غلام کا سر

کاٹ ڈالو، یہ سنتے ہی غلام نے فوراً اپنا سر پیچھے کر لیا جبکہ لڑکا اسی طرح کھڑا رہا، یوں آپ کی حکمتِ عملی سے معلوم ہو گیا کہ ”غلام کون ہے؟“ (خلفائے راشدین، ص: 124)

جھوٹے گواہ بھاگ گئے

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص کو چوری کے الزام میں لایا گیا ساتھ گواہی دینے کے لئے دو گواہ بھی موجود تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ دوسرے کام کی طرف متوجہ ہو گئے پھر آپ نے جھوٹے گواہوں کے بارے میں فرمایا: جب میرے پاس جھوٹا گواہ آیا ہے تو میں نے اسے سخت سزا دی ہے، (کچھ دیر بعد) آپ نے ان دونوں گواہوں کو طلب کیا تو معلوم ہوا کہ وہ دونوں جھوٹے گواہ پہلے ہی فرار ہو چکے ہیں لہذا آپ نے ملزم کو بری کر دیا۔ (مصنف ابی شیبہ، 14/ 548، رقم: 29426)

17 اونٹ کیسے تقسیم ہوں گے؟

ایک مرتبہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس 3 آدمی آئے اور کہنے لگے: ہمارے پاس 17 اونٹ ہیں، ایک کا حصہ کل اونٹوں کا آدھا (1/2) ہے دوسرے کا حصہ تہائی (1/3) ہے اور تیسرے آدمی کا حصہ سب اونٹوں میں نواں (1/9) ہے، آپ ہمارے درمیان اونٹ تقسیم کیجئے مگر شرط یہ ہے کہ انہیں کاٹنا نہ پڑے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیت المال سے ایک اونٹ منگوایا، اب 18 اونٹ ہو گئے پہلا شخص جس کا حصہ تمام اونٹوں میں آدھا تھا اسے 18 کے آدھے یعنی 9 اونٹ دے دیئے، دوسرا شخص جس کا حصہ تہائی تھا اسے 18 کا تہائی یعنی 6 اونٹ دے دیئے، پھر تیسرا شخص جس کا حصہ کل اونٹوں میں نواں تھا اسے کل اونٹوں کا نواں حصہ یعنی 18 میں سے 2 اونٹ دے دیئے اس طرح آپ رضی اللہ عنہ نے حسن تدبیر سے ایک

مشکل مسئلے کا فیصلہ کر دیا اور 9، 6، اور 2 اونٹ ملا کر کل 17 اونٹ ان تینوں میں تقسیم بھی کر دیئے اور کسی اونٹ کو کاٹنا بھی نہ پڑا، ایک اونٹ جو باقی بچا اسے بیت المال میں واپس پہنچا دیا گیا۔ (خلفائے راشدین، ص: 126 لخصاً)

مرحوم کی وصیت

ایک شخص نے مرتے وقت اپنے دوست کو 10 ہزار دیئے اور وصیت کی: جب تم میرے لڑکے سے ملاقات کرو تو اس میں سے جو تم چاہو وہ اس کو دے دینا، اتفاق سے کچھ روز بعد اس کا لڑکا وطن واپس آگیا، اس موقع پر آپ رضی اللہ عنہ نے اس آدمی سے پوچھا: بتاؤ! تم مرحوم کے لڑکے کو کتنا دو گے؟ اس نے کہا: ایک ہزار، آپ نے فرمایا: اب تم اس کو 9 ہزار دو، اس لئے کہ جو تم نے چاہا وہ 9 ہزار ہیں اور مرحوم نے یہی وصیت کی تھی کہ جو تم چاہو وہ اس کو دے دینا۔ (خلفائے راشدین، ص: 125)

(17) لالچ بری بلا ہے!

ایک گاؤں میں ایک اجنبی شخص آیا اور اس نے اعلان کروایا کہ وہ گاؤں والوں سے ایک بندر دس روپے میں خریدے گا۔ اس گاؤں کے ارد گرد بہت زیادہ بندر تھے، دیہاتی بہت خوش ہوئے اور انہوں نے بندر پکڑنا شروع کر دیئے، اس آدمی نے ایک ہزار بندر دس، دس روپے کے بدلے میں خریدے۔ اب گاؤں میں بندروں کی تعداد کافی کم ہو چکی تھی۔ چند ایک بندر باقی تھے جنہیں پکڑنا دشوار ہو گیا تھا، اس وقت تاجر نے اعلان کیا کہ اب وہ بندر بیس روپے میں خریدے گا۔ اس سے دیہاتیوں میں نیا جذبہ پیدا ہو گیا اور ایک دفعہ پھر انہوں نے پوری طاقت سے بندر پکڑنا شروع کئے چند دن بعد بندر اکا دکا ہی نظر آتے اور اس نئے آئے ہوئے

تاجر کے ایک بڑے پنجرے میں تقریباً 1300 بندر جمع ہو چکے تھے۔ جب تاجر نے بندروں کی خریداری میں سستی دیکھی تو اس نے فی بندر پچیس روپے مقرر کیے اور اگلے دن قیمت پچاس روپے کر دی۔ اس قیمت میں اس نے صرف نو بندر خریدے۔ اب جو بندر بھی نگاہ انسان کی زد میں آتا، داخل زندان کر دیا جاتا۔ اس کے بعد وہ کام کے سلسلے میں کسی دوسرے شہر چلا گیا اور اس کا اسسٹنٹ کام سنبھالنے لگا: اس کی غیر موجودگی میں اس کے اسسٹنٹ نے دیہاتیوں کو جمع کر کے کہا: اس بڑے پنجرے میں تقریباً 1450 بندر ہیں جو استاد نے جمع کیے ہیں میں ایسا کرتا ہوں کہ تم سب کو سارے بندر 35 روپے فی بندر کے حساب سے بیچ دیتا ہوں: جب استاد آئے تو تم اسے پچاس روپے میں بیچ دینا! دیہاتی بہت خوش ہوئے اور انہوں نے ساری جمع پونجی خرچ کر کے بندر خرید لیے لیکن اگلے دن کچھ ایسا ہوا کہ: انہوں نے نہ کہیں تاجر کو دیکھا نہ ہی اس کے اسسٹنٹ کو، بس ہر جگہ بندر ہی بندر تھے۔ کسی نے سچ ہی کہا ہے کہ: جب تک لالچی موجود ہیں ٹھگ کبھی نہیں مرتے! انسان کی لالچ کا پیالہ کبھی نہیں بھرتا کیونکہ اس میں ناشکری کے سوراخ موجود ہوتے ہیں جو اس کو کبھی بھرنے نہیں دیتے۔۔۔!

(18) انوکھی صدا

کہا جاتا ہے کہ ایک شخص عرب ملک کا رہنے والا تھا۔ اس کا کوئی خاص مقصد حیات نہ تھا صرف دنیا ہی دنیا تھی اللہ کے ساتھ تعلق بھی کم ہی تھا۔ کتنی مدت سے مسجد جانا گوارا نہیں ہوا، نہ ہی اللہ کے سامنے سجدہ کیا۔ وہ برے دوستوں کے ہمراہ شام سے صبح تک لہو و لعب اور بے کار کاموں میں مشغول رہتا اور بیوی کو گھر میں اکیلے چھوڑے رکھتا جو اس تنہائی سے خاصی تنگی

اور پریشانی محسوس کرتی نیک اور وفادار بیوی نے اپنے شوہر کو سمجھانے بجھانے اور صحیح راستے کی طرف لانے کی بہت کوششیں کیں مگر بے فائدہ ثابت ہوئیں۔

ایک مرتبہ وہ لہو لعب کے کاموں میں شب بیداری کرنے کے بعد ۳ بجے گھر واپس آیا دیکھا اس کی بیوی اور چھوٹی بچی دونوں گہری نیند میں سو رہے ہیں۔ نیند اس سے کوسوں دور تھی وہ انہیں بستر پر ہی چھوڑ کر دوسرے کمرے میں گیا اور فلموں اور بے حیائی کے کاموں میں مصروف ہو گیا۔ اچانک اس کا دروازہ کھلا اور پانچ سالہ بیٹی باپ کے سامنے تھی بیٹی نے باپ کی طرف انتہائی تعجب کے ساتھ حقارت آمیز نظروں سے دیکھا اور بولی: اے اباجان! آپ کے لیے یہ نہایت معیوب بات ہے آپ کو اللہ سے ڈرنا چاہیے۔ یہ جملہ بچی نے تین بار دہرایا پھر دروازہ بند کر کے چلی گئی۔

بچی کی بات باپ پر بجلی بن گری اور وہ سخت شرمندہ اور پشیمان ہو کر اٹھا اور فلموں کو بند کیا اور خود ہکا بکا ہو کر بیٹھ گیا۔ بچی کا جملہ اس کے دماغ میں گردش کر رہا تھا۔ پھر وہ کمرے سے نکلا بچی بستر پر چاچکی تھی۔ وہ حواس باختہ ہو گیا اور اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا اس وقت اس کو کون سی آفت نے آگھیرا ہے ساتھ ہی قریبی مسجد میں سے نکلنے والی اذان کی آواز اس کے کانوں میں ٹکرائی جو ڈراؤنی رات کے سکوت کو توڑ رہی تھی۔ وہ جلدی سے اٹھا اور غیر ارادی طور پر وضو کیا اور مسجد جا پہنچا۔ اسے نماز پڑھنے کی خواہش نہ تھی بلکہ وہ اپنی بے چینی سے نمٹنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ابھی سجدے میں پہنچ کر پیشانی زمین پر رکھی ہی تھی کہ بلا سبب اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا ایک سیلاب امنڈ آیا اور وہ سسکیاں لے کر رونے لگا۔ کئی سالوں بعد پہلی دفعہ اس کا ماتھا اپنے اللہ رب العالمین کے آگے جھکا تھا۔ اس آہ وزاری نے اس کو احساس

دلایا کہ اب اس کے ایمان کی تازگی کا وقت آگیا ہے۔ اس نے اپنے دل و دماغ سے تمام فسق و فجور سے متعلق باتوں کو باہر نکالا اور اللہ سے سچے دل سے توبہ کی۔۔۔ اب اس کی زندگی کی کاہیہ پلٹ چکی تھی!!!!

فجر کی نماز ختم ہو گئی وہ تھوڑی دیر مسجد میں بیٹھا رہا پھر اپنے گھر کو واپس ہوا، کچھ سوئے بغیر پوری تیاری کے ساتھ ڈیوٹی پر چلا گیا۔ جب آفس پہنچا اس کا منیجر تعجب سے دیکھنے لگا اور اتنے جلدی آنے کی وجہ پوچھی اس نے گزشتہ رات کا سارا واقعہ بتایا۔

منیجر نے کہا:- 'تم اس بات پر اللہ کا شکر ادا کرو کہ اللہ نے تمہیں ایسی بچی سے نوازا جس نے تمہیں ملک الموت کے آنے سے پہلے پہلے غفلت کی نیند سے بیدار کر دیا۔ ڈیوٹی ختم کرنے کے بعد وہ جلدی جلدی گھر کو روانہ ہوا تاکہ اپنی بیٹی سے مل سکے جو اس کی ہدایت کا سبب بنی۔ وہ گھر داخل ہوا تو اس کی بیوی نے زار و قطار آنسو بہاتے ہوئے اس کا استقبال کیا اس نے پوچھا کیوں رو رہی ہو؟ بیوی نے چیختے ہوئے جواب دیا تمہاری بیٹی حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے وفات پا گئی ہے۔ اس خبر کے صدمے نے باپ کے اوسان خطا کر دیئے۔۔۔۔ وہ خود پر قابو نہ پاسکا اور چیخ چیخ کر رونے لگا تھوڑی دیر بعد جب قدرے اطمینان ہوا اس کو سمجھ میں بات آئی کہ جو کچھ بھی ہوا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا امتحان لینا چاہتا ہے۔ اس نے دوست کو فون کر کے بلایا بچی کو غسل دیا گیا عزیز واقارب جنازہ پڑھ کر دفن کرنے گئے تو اس نے اپنے ہاتھوں سے بچی کو قبر میں اتارا اور اس کی آنکھیں اشکبار تھیں وہ بولا: "میں اپنی بیٹی کو نہیں بلکہ روشنی کو دفن کر رہا ہوں جس نے میری زندگی کی اندھیری رات کو روشنی میں بدل

دیا۔۔۔ میں اس روشنی کو دفن کر رہا ہوں جس کی شعاعوں نے میری زندگی کی کایا پلٹ دی اور جو مجھے فسق و فجور کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان و عمل کی دنیا میں لے آئی۔

(19) کتابیں بیچنے کا دکھ

فقہ حنبلی کے پیشوا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد عزیز حضرت ابراہیم بن اسحاق حربی (تاریخ وفات 285ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اس قدر تنگ دستی کا شکار ہو گیا کہ میرے لئے بال بچوں کے کھانے کا اہتمام کرنا بھی مشکل ہو گیا۔ ایک دن میری زوجہ کہنے لگیں کہ ٹھیک ہے! میں اور آپ بھوک برداشت کر لیں گے، مگر چھوٹے بچوں کا کیا کریں؟ لہذا ایسا کریں کہ یہ جو آپ نے اتنی کثیر کتابیں جمع کر رکھی ہیں، ان میں سے کچھ بیچ دیں یا پھر کسی کے پاس رہن رکھوا کر ہی کچھ ادھار لے لیں۔ فرماتے ہیں: کتابوں کو بیچنے یا رہن رکھوانے کی بات سن کر میرا کلیجہ منہ کو آگیا، چونکہ اور کوئی چارہ باقی نہ تھا، لہذا میں نے اس مجبوری کے عالم میں اپنی بیوی کی بات تو مان لی مگر اس سے کہا: مجھے کم از کم آج کی رات مزید ان کتابوں کو جی بھر کر دیکھ لینے دو۔ وہ مجھے رضامند پا کر چلی گئی اور میں اپنے گھر کے اس کمرے میں آگیا، جو کتابوں سے بھرا ہوا تھا اور جہاں بیٹھ کر میں مطالعہ کرتا اور کتابیں لکھا کرتا تھا۔ کتابوں سے جدائی کا تصور گویا آپ کی جان گھلائے جا رہا تھا، آپ اسی بے چینی کے عالم میں کبھی ایک کتاب کو دیکھتے تو کبھی دوسری کو، کہ کس کتاب کو بیچوں اور کس کو نہ بیچوں، گویا ان کتابوں میں آپ کی جان ہو۔

بہر حال فرماتے ہیں کہ میں اپنی کتابوں کے ساتھ مصروف تھا کہ رات گئے اچانک کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا، میں نے پوچھا: کون ہے؟ تو جواب ملا: آپ کا پڑوسی ہوں۔ میں نے اندر آنے

کو کہا، تو آواز آئی: پہلے چراغ بجھا دیں۔ چراغ بجھا تو ایک شخص نے اندر آکر ایک بڑا سا تھیلا رکھا اور کہنے لگا: میں نے اپنے بچوں کے لئے کھانا تیار کیا تھا، لہذا چاہا کہ آپ اور آپ کے بچے بھی اس میں سے کچھ لے لیں۔ اتنا کہنے کے بعد اس نے اس بڑے تھیلے کے ساتھ کچھ اور رکھا اور کہا کہ اس سے اپنی دیگر ضروریات پوری فرما لیجئے گا۔ اس کے بعد وہ جیسے آیا تھا، چلا گیا اور میں دیکھتا ہی رہ گیا کہ وہ کون تھا۔

بہر حال میں نے بچوں کی امی کو بلایا اور چراغ جلانے کا کہا، کیا دیکھتے ہیں کہ وہ بڑا تھیلا گویا کہ ایک بڑا ہی قیمتی رومال تھا جس میں پچاس قسم کے کھانے پیک تھے اور ساتھ پڑی تھیلی میں بھی ایک ہزار دینار تھے۔

آپ نے اسے اللہ پاک کی نبی مدد جانا اور اپنے رب کا شکر ادا کیا کہ جس نے انہیں ان کی کتابیں بیچنے کی تکلیف سے بچا لیا۔ اس کے بعد سوئے ہوئے بچوں کو اٹھا کر کھانا کھلایا گیا اور دوسرے دن آپ نے ان دیناروں سے اپنا سارا قرض بھی ادا کر دیا۔

آپ فرماتے ہیں کہ یہ وقت ہمارے شہر میں خراسان سے آنے والے حاجیوں کا تھا، چنانچہ اگلے دن میں اپنے گھر کے دروازے پر ہی (ان لوگوں سے ملاقات کے لئے) بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی خراسانی چاندی سے لدے ہوئے 2 اونٹ لے کر میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ایک خراسانی شخص نے آپ کے لئے یہ تحفہ بھیجا ہے۔ میں نے پوچھا: وہ کون ہے؟ تو اس نے بتایا: اس آدمی نے مجھ سے قسم لی ہے کہ میں اس کے بارے میں نہ بتاؤں۔

(تاریخ بغداد، ج ۶، ص ۵۲۷)

(20) تین قبروں کی حکایت

حضرت سیدنا عبید اللہ بن صدقہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے والد کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں: "ایک دفعہ میں اَنطابُلُس میں تھا وہاں میں نے تین قبریں دیکھیں جو کافی اونچی جگہ پر بنی ہوئی تھیں۔ قریب گیا تو ایک قبر پر یہ اشعار لکھے ہوئے تھے:

وَكَيفَ يَلْذُّ الْعَيْشَ مَنْ هُوَ عَالِمٌ
بِأَنَّ إِلَهَ الْخَلْقِ لَا بُدَّ سَائِلُهُ
فَيَأْخُذُ مِنْهُ ظُلْمُهُ وَ يَجْزِيهِ
بِالْخَيْرِ الَّذِي هُوَ فَاعِلُهُ

ترجمہ: وہ زندگی کا مزہ کیسے پاسکتا ہے جو جانتا ہے کہ خالق کائنات اس سے پوچھ گچھ کرنے والا اور اس کے اچھے برے اعمال کا بدلہ دینے والا ہے۔

دوسری قبر پر یہ اشعار درج تھے:

وَكَيفَ يَلْذُّ الْعَيْشَ مَنْ كَانَ مُوقِنًا
بِأَنَّ الْمَنَايَا بَغْتَةً سَتُعَاجِلُهُ
فَتَسْلُبُهُ مُلْكًا عَظِيمًا وَ نَحْوَةً
وَتُسْكِنُهُ الْبَيْتَ الَّذِي هُوَ أَهْلُهُ

ترجمہ: وہ شخص زندگی کا مزہ کیسے پاسکتا ہے جسے پختہ یقین ہو کہ موت اس کو جلد ہی آدبوچے گی، اس کی سلطنت و تکبر چھین لے گی اور اس کو اندھیری کوٹھڑی میں ڈال دے گی۔
تیسری قبر پر یہ اشعار درج تھے:

وَكَيْفَ يَلِدُ الْعَيْشَ مَنْ كَانَ صَائِرًا
إِلَى جَدَثٍ تُبْلَى السَّبَابُ مَنَاهُهُ
وَيَذْهَبُ رَسْمُ الْوَجْهِ مِنْ بَعْدِ صَوْتِهِ
سَرِيعًا وَ يُبْلَى جُسْهُ وَ مُفَاصِلُهُ

ترجمہ: وہ شخص زندگی کا مزا کیسے پاسکتا ہے جو ایسی قبر کا مکیں بننے والا ہو جو اس کے حسن و شباب کو خاک میں ملا دے گی، اس کے چہرے کی چمک دمک ختم کر دے گی اور اس کا جوڑ جوڑ علیحدہ کر دے گی۔

یہ قبریں دیکھ کر میں بستی کی طرف آیا تو ایک ضعیفُ العمر شخص سے ملاقات ہوئی۔ میں نے اسے کہا: "میں نے تمہاری بستی میں ایک عجیب بات دیکھی ہے۔" اس نے پوچھا: "کون سی بات؟" میں نے اسے قبروں کا معاملہ بتایا تو اس نے کہا: "ان کا واقعہ انتہائی عجیب و غریب ہے۔" میں نے کہا: "اگر واقعی ایسی بات ہے تو مجھے بتاؤ کہ یہ تین قبریں کن کی ہیں اور ان پر یہ اشعار لکھنے کی کیا وجہ ہے؟" یہ سن کر بوڑھے نے کہا: "اس علاقے میں تین بھائی رہتے تھے، ایک بھائی کو بادشاہ نے شہروں اور فوجی لشکروں پر امیر مقرر کر رکھا تھا اور وہ بڑا عالم و سفاک تھا۔ دوسرا نیک دل تاجر تھا، جب بھی کوئی پریشان حال غریب اس سے مدد طلب کرتا تو وہ اس کی مدد کرتا۔ جبکہ تیسرا بھائی عابد و زاہد تھا اس نے دنیوی مشاغل چھوڑ کر عبادت و ریاضت اختیار کر لی تھی۔ جب عابد کی وفات کا وقت قریب آیا تو دونوں بھائیوں نے کہا: "پیارے بھائی! آپ ہمیں کوئی وصیت کیوں نہیں کرتے؟" عابد نے کہا: "خدا کی قسم! میرے پاس نہ تو مال ہے

، نہ ہی میرا کسی پر قرض ہے، نہ ہی کوئی دنیوی مال چھوڑ کر جا رہا ہوں جس کے ضائع ہونے کا مجھے اندیشہ ہو، اب تم ہی بتاؤ کہ میں کس چیز کی وصیت کروں؟"

یہ سن کر اس کے حاکم بھائی نے کہا: "اے میرے بھائی! میرا مال آپ کے سامنے موجود ہے، آپ جو بھی حکم فرمائیں گے میں اسے پورا کروں گا۔" پھر اس کے تاجر بھائی نے کہا: "اے میرے بھائی! آپ میری تجارت اور مال تجارت سے خوب واقف ہیں، میرے پاس مال کی فراوانی ہے، اگر کوئی ایسا عمل رہ گیا ہو جو صرف مال و دولت خرچ کر کے ہی پورا کیا جاسکتا ہے اور آپ وہ نیک عمل نہیں پاتے تو میرا تمام مال آپ کی خدمت میں حاضر ہے، آپ جو حکم فرمائیں گے میں پورا کروں گا۔"

عابد نے کہا: "اے میرے بھائیو! مجھے تمہارے مال کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہاں! میں تم سے ایک عہد لینا چاہتا ہوں، اگر ہو سکے تو اسے پورا کر دینا، اس میں کوتاہی نہ کرنا۔" دونوں نے کہا: "آپ جو چاہیں عہد لیں ہم آپ کی ہر خواہش پوری کریں گے۔" عابد نے کہا: "جب میں مر جاؤں تو غسل و کفن کے بعد مجھے کسی اونچی جگہ دفنانا اور میری قبر پر یہ اشعار لکھ دینا:

وَكَيْفَ يَلِدُ الْعَيْشَ مَنْ هُوَ عَالِمٌ
بِأَنَّ إِلَهَ الْخَلْقِ لَا بُدَّ سَائِلُهُ
فَيَأْخُذُ مِنْهُ طُلُبُهُ وَ يَجْزِيهِ
بِالْخَيْرِ الَّذِي هُوَ فَاعِلُهُ

یہ اشعار لکھ کر تم دونوں میری قبر کی زیارت کے لئے روزانہ آتے رہنا، شاید! تمہیں نصیحت حاصل ہو۔" جب عابد کا انتقال ہو گیا تو حسبِ وصیت اس کی قبر پر مندرجہ بالا اشعار لکھ

دیئے گئے۔ اس کا حاکم بھائی اپنے لشکر کے ساتھ دودن تک اس کی قبر پر آیا اور اشعار پڑھ کر روتا رہا۔ تیسرے دن بھی کافی دیر تک روتا رہا، جب واپس جانے لگا تو اس نے قبر کے اندر سے ایک خوفناک دھماکے کی آواز سنی، قریب تھا کہ اس کا دل پھٹ جاتا۔ خوف کے مارے وہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا اور گھر پہنچ کر دم لیا۔ وہ بہت زیادہ غمگین و خوف زدہ تھا۔ رات کو خواب میں اپنے بھائی کو دیکھ کر پوچھا: "اے میرے بھائی! تمہاری قبر سے جو آواز میں نے سنی وہ کس چیز کی تھی؟" کہا: "یہ جہنمی ہتھوڑے کی آواز تھی جو میری قبر میں مارا گیا اور مجھ سے کہا گیا: "تو نے ایک مظلوم کو دیکھا اور باوجود قدرت اس کی مدد نہ کی، یہ اس کی سزا ہے۔" یہ خواب دیکھ کر اس نے وہ رات بڑی بے چینی میں گزاری۔ صبح اپنے تاجر بھائی اور دوسرے عزیزوں کو بلا کر کہا: "اے میرے بھائی! ہمارے عابد بھائی نے اپنی قبر پر عبرت آموز اشعار لکھوا کر ہمیں بہت اچھی نصیحت کی، میں تم سب کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ اب میں تمہارے درمیان نہیں رہوں گا۔" پھر اس نے امارت و حکومت چھوڑی اور پہاڑوں اور جنگلوں میں جا کر عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گیا۔ جب خلیفہ عبد الملک بن مروان کو اطلاع ملی تو اس نے کہا: "اسے اس کی حالت پر چھوڑ دو۔"

جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو چند چرواہوں کے ذریعے اس نے اپنے تاجر بھائی کو بلوا بھیجا۔ اس نے آکر کہا: "اے میرے بھائی! آپ مجھے کوئی وصیت کیوں نہیں کرتے۔" اس نے کہا: "میرے پاس مال و دولت نہیں جس کی وصیت کروں، بس میں تو تم سے ایک عہد لینا چاہتا ہوں۔ سنو! جب میں مر جاؤں تو مجھے میرے عابد بھائی کے پہلو میں دفن کر میری قبر پر یہ اشعار لکھ دینا:

وَكَيفَ يَدُّ الْعَيْشَ مَنْ كَانَ مُوقِنًا
بِأَنَّ الْمَنَايَا بَغْتَةً سَتَعِاجِلُهُ
فَتَسْلُبُهُ مُلْكًا عَظِيمًا وَ نَحْوَةً
وَتُسْكِنُهُ الْبَيْتَ الَّذِي هُوَ أَهْلُهُ

یہ اشعار لکھنے کے بعد مسلسل تین دن تک میری قبر پر آنا اور میرے لئے دعا کرنا شاید اللہ مجھ پر رحم فرمائے اور مجھے بخش دے۔ "یہ کہہ کر اس کا انتقال ہو گیا۔ تاجر حسب وصیت مسلسل دو دن تک آیا۔ جب تیسرے دن آیا تو اس کی قبر کے پاس بیٹھ کر دعا کرتا رہا اور مسلسل روتا رہا۔ جب واپس جانے کا ارادہ کیا تو اس نے قبر میں دیوار کے گرنے کی آواز سنی۔ آواز اتنی خطرناک تھی کہ عقل ضائع ہونے کا خطرہ تھا۔ وہ خوف زدہ اور غمگین ہو کر گھر آ گیا۔ جب سویا تو خواب میں اپنے بھائی کو دیکھ کر پوچھا: "اے میرے بھائی! آپ ہمارے گھر کیوں نہیں آتے؟" اس نے کہا: "ہم ایسے مقامات پر ہیں کہ کہیں جانے کو جی نہیں چاہتا۔" تاجر نے کہا: "بھائی آپ کا کیا حال ہے؟" کہا: "توبہ کی برکت سے ہر خیر و بھلائی نصیب ہوئی ہے۔" میں نے کہا: "میرے عابد بھائی کا کیا حال ہے؟" کہا: "وہ ابراہیم (یعنی نیک لوگوں) کے ساتھ ہے۔" پوچھا: "آپ کی طرف سے ہمیں کیا نصیحت و حکم ہے؟" کہا: "جو کوئی دنیا میں رہ کر آخرت کے لئے کچھ بھیجے گا اسے وہاں ضرور پائے گا۔ پس تُو اپنے لئے آخرت کا ذخیرہ اکٹھا کر اور موت سے پہلے کچھ اعمالِ صالحہ جمع کر لے۔"

تاجر نے صبح ہوتے ہی دنیا کو خیر آباد کہہ کر تمام مال تقسیم کر دیا اور اللہ عز و جل کی عبادت کے لئے کمر بستہ ہو گیا۔ اس کا ایک بیٹا تھا جو انتہائی حسین و جمیل اور سمجھ دار تھا۔ اب اس

نے تجارت شروع کر دی اور خوب مال دار ہو گیا۔ جب اس کے باپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے باپ سے کہا: "اباجان! کیا وجہ ہے کہ آپ مجھے کوئی وصیت نہیں کر رہے؟" اس نے کہا: "میرے بیٹے! خدا کی قسم! تیرے باپ کے پاس مال نہیں ہے جس کے متعلق تجھے وصیت کرے۔ ہاں! میں تجھ سے ایک عہد لیتا ہوں کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے اپنے دونوں چچاؤں کے ساتھ دفنانا اور میری قبر پر یہ اشعار لکھ دینا:

وَكَيْفَ يَذُّ الْعَيْشَ مَنْ كَانَ صَائِرًا
إِلَى جَدِّ ثُبُلِي السَّبَابَ مَنَاهِلُهُ
وَيَذْهَبُ رَسْمُ الْوَجْهِ مِنْ بَعْدِ صَوْتِهِ
سَرِيحًا وَيُئِيلِي جَسْمَهُ وَ مَفَاصِلَهُ

اور جب تو تدفین سے فارغ ہو جائے تو کم از کم تین دن تک میری قبر پر آنا اور میرے لئے دعا کرنا۔" بیٹے نے حسبِ وصیت باپ کو دونوں چچاؤں کے ساتھ دفن کیا اور روزانہ زیارت کے لئے آنے لگا۔ تیسرے دن قبر سے ایک خطرناک آواز سنی تو خوف زدہ و غمگین ہو کر گھر لوٹ آیا۔ جب سویا تو خواب میں اس کا والد کہہ رہا تھا: "اے میرے بیٹے! تم ہمارے پاس بہت کم وقت کے لئے آئے۔ سنو! موت بہت قریب ہے اور آخرت کا سفر بہت کٹھن ہے، جلدی سے سفر آخرت کی تیاری کر لو اور زورِ راہ تیار کر لو۔ بس آخرت کی منزل کی طرف تمہارا کوچ ہونے والا ہے۔ جلد ہی تم اس فانی دنیا کو چھوڑنے والے ہو، اس دھوکے باز دنیا سے اس طرح دھوکہ نہ کھانا جیسے تجھ سے پہلے لوگ بڑی بڑی اُمیدیں دل میں لئے یہاں سے چل بسے۔ انہوں نے حشر کے معاملے کو معمولی جانا تو موت کے وقت شدید نادام ہوئے اور گزری ہوئی زندگی پر انہیں

بہت افسوس ہوا۔ جب موت منہ کو آجائے تو اس وقت کی ندامت کوئی فائدہ نہیں دیتی اور اس وقت کا افسوس قیامت کے نقصان سے ہرگز نہ بچائے گا۔ اے میرے بیٹے! جلدی کر، جلدی کر، جلدی کر! (موت کی تیاری کر لے)۔

راوی کہتے ہیں: "جو بوڑھا مجھے یہ واقعہ بیان کر رہا تھا اس نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا: اس نوجوان نے ہمیں اپنا خواب سنایا اور کہا: "معاملہ بالکل ویسا ہی ہے جیسا میرے والد نے بیان کیا، میرا غالب گمان ہے کہ موت نے مجھ پر اپنے پر پھیلا نا شروع کر دیئے ہیں۔" پھر اس نے اپنا قرض ادا کیا، کاروباری شریکوں سے معاملہ صاف کیا، اپنے دوستوں اور اہل قرابت سے معافی مانگی، انہیں سلامتی کی دعا دی، ان سے اپنی سلامتی کی دعا کا وعدہ لیا، پھر سب کو یوں "الْوَدَاع" کہنے لگا جیسے کسی بہت بڑے حادثے سے دوچار ہونے والا ہو۔ پھر کہا: "میرے والد نے مجھ سے تین مرتبہ کہا تھا: "جلدی کر، جلدی کر، جلدی کر۔" اگر اس سے مراد تین گھنٹے تھے تو وہ گزر گئے، اگر تین دن مراد ہیں تو میں تین دن بعد ہرگز تمہارے پاس نہ رہ سکوں گا، اگر تین مہینے مراد ہیں تو وہ بہت جلد گزر جائیں گے، اگر تین سال مراد ہیں تو اگرچہ یہ ایک بڑی مدت لگتی ہے لیکن یہ بھی جلد گزر جائے گی، خواہ مجھے پسند ہو یا نہ ہو موت بالآخر ضرور آکر رہے گی۔ وہ نوجوان یہ کہتا جاتا اور اپنا مال و دولت تقسیم کرتا جاتا۔ جب تین دن مکمل ہوئے تو اس نے اپنے اہل خانہ کو اور انہوں نے اسے الوداع کہا۔ پھر قبلہ رخ لیٹ کر آنکھیں بند کیں، کلمہ شہادت پڑھا اور اس کی روح دارِ فانی سے دارِ عقبی کی طرف پرواز کر گئی۔ اس کی موت کی خبر سن کر کچھ ہی دیر میں مختلف علاقوں سے لوگ جمع ہو گئے۔ اور آج تک لوگوں کا یہ معمول ہے کہ وہ مختلف شہروں اور علاقوں سے آکر اس کی قبر کی زیارت کرتے اور اسے سلام کرتے ہیں۔"

(عیون الحکایات، ج ۲، ص ۳۵۷)

(21) کتابیں بیچنے سے بہتر عہدہ قضا

شیخ الحدیث حضرت فتح الدین بن سید الناس رحمۃ اللہ علیہ نے جب عہدہ قضا قبول فرمایا تو ان کے بیٹے نے عرض کی: یاسیدی! آپ تو اس عہدہ قضا کے ہمیشہ خلاف رہے ہیں اور اب اس عمر میں آپ نے خود یہ عہدہ قبول فرمالیا ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: اے میرے بیٹے! مجھ پر کئی وجوہ سے یہ عہدہ قبول کرنا لازم ہو چکا تھا، مثلاً سب سے پہلی بات تو یہ کہ میرے پاس اس قدر مال و دولت نہ تھا کہ اپنے بال بچوں کی کفالت کر پاتا میرے پاس کتابوں کا کثیر ذخیرہ تھا جسے اپنی مفلسی کی بنا پر بیچنے کی نوبت آگئی تھی اور وہ بھی اس قدر ارزاں قیمت پر کہ میں 100 درہم والی کتاب 50 درہم میں بیچنے پر مجبور ہو گیا تھا اس وقت مجھ سے زیادہ اس عہدے کے لائق بھی کوئی نہ تھا۔ لہذا مجبوری میں مجھے یہ عہدہ قبول کرنا پڑا۔

(عقد الجمان فی تاریخ اہل الزمان، 3/320)

دو کلو سے زائد سونے کے بدلے کتاب

حافظ ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بزرگ کے بارے میں لکھا کہ جب بھی کوئی عالم دین انتقال کر جاتے تو وہ ان کی ساری کتابیں خرید لیتے، یہی وجہ ہے کہ ان کے پاس کثیر علما کی کتابوں کے اصل نسخے بھی موجود تھے۔ (الذیل علی طبقات حنابلہ لابن رجب، 2/251)

جبکہ سبط ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے انہی کے متعلق نقل فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے اپنا گھر بیچ کر 500 دینار میں ایک کتاب خریدی۔

(مرآۃ الزمان فی تواریخ الاعیان، ج ۲۱، ص ۱۷۸)

تین ہزار درہم کی کتاب

الوافی بالوفیات نامی کتاب کے مصنف اور مشہور مؤرخ حضرت صلاح الدین خلیل بن ایک صفدی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوطالب مکی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب قوت القلوب کا ایک قدیم نسخہ 3 ہزار درہم میں خریدنے کی کوشش کی۔ (قوت القلوب مترجم، ج 1، ص ۶۳)

حفظِ حدیث میں انہماک

حضرت سیدنا امام لیث بن سعد علیہ رحمۃ اللہ اکحد بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سیدنا امام ابن شہاب زہری علیہ رحمۃ اللہ القوی کے سامنے طشت رکھا گیا۔ آپ ایک حدیث کو یاد کرنے میں مشغول ہو گئے اور آپ نے ہاتھ طشت میں رکھ دیا فجر طلوع ہو گئی لیکن آپ کا ہاتھ طشت میں ہی تھا۔ جب آپ کو وہ پوری حدیث یاد آئی تو آپ نے اس کی تصحیح فرمائی۔

(اللہ والوں کی باتیں، ج 3 ص ۵۰۹)

(22) زمین سے دینار نکل آئے

حضرت سیدنا ابو بکر بن فضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ "میں نے اپنے ایک رومی النسل دوست سے اسلام لانے کا سبب پوچھا تو اس نے بیان کرنے سے انکار کر دیا۔ جب میں نے اصرار کیا تو اس نے بتایا کہ ہمارے ملک پر مسلمانوں کا لشکر حملہ آور ہوا، انہوں نے چند سال تک ہمارا محاصرہ کئے رکھا۔ آخر کار ہم نے باہر نکل کر ان سے جنگ کی، ہمارے کچھ لوگ قتل ہوئے اور کچھ اُن کے۔ ہم نے ان کی ایک جماعت کو قتل کر دیا اور ایک کو قیدی بنالیا۔ اور میں نے اکیلے دس مسلمانوں کو گھر میں قید کر لیا۔ روم میں میرا بہت بڑا گھر تھا لہذا میں نے ان سب کو اپنے خادمین کے سپرد کر دیا۔ انہوں نے ان کو بیڑیوں میں باندھ کر نچروں پر سامان لادنے کے کام پر لگا دیا۔ ایک دن میں نے ان قیدیوں پر مقرر ایک خادم کو دیکھا کہ اس

نے ایک قیدی سے کچھ لیا اور اس کو نماز پڑھنے کے لئے چھوڑ دیا، میں نے اس خادم کو پکڑ کر مارا اور پوچھا: "بتاؤ! تم اس قیدی سے کیا لیتے ہو؟" تو اس نے بتایا: "یہ ہر نماز کے وقت مجھے ایک دینار دیتا ہے اور میں اسے نماز پڑھنے کے لئے چھوڑ دیتا ہوں۔" میں نے اس سے پوچھا: "کیا اس کے پاس دینار ہیں؟ تو اس خادم نے بتایا: "نہیں، مگر جب یہ نماز سے فارغ ہوتا ہے تو اپنا ہاتھ زمین پر مارتا ہے اور اس سے ایک دینار نکال کر مجھے دے دیتا ہے۔" مجھے شوق ہوا کہ میں اس کی حقیقت جانوں۔ لہذا جب دوسرا دن ہوا تو میں اس نگران کے کپڑے پہن کر اس کی جگہ کھڑا ہو گیا اور اسے کہا: "تم جاؤ! آج اس کی نگرانی میں خود کروں گا تاکہ اس بات کی حقیقت جانوں جو تم نے مجھے بتائی ہے۔" جب ظہر کا وقت ہوا تو اس نے مجھے اشارہ کیا کہ مجھے نماز پڑھنے دے تو میں تجھے ایک دینار دوں گا۔" میں نے کہا: "میں دو دینار سے کم نہیں لوں گا۔" اس نے کہا: "ٹھیک ہے۔" میں نے اسے چھوڑ دیا، اس نے نماز پڑھی۔ جب فارغ ہوا تو میں نے دیکھا کہ اس نے اپنا ہاتھ زمین پر مارا اور وہاں سے نئے دو دینار نکال کر مجھے دے دیئے۔ جب عصر کا وقت ہوا تو اس نے مجھے پہلی مرتبہ کی طرح اشارہ کیا۔ میں نے اسے اشارہ کیا کہ "میں پانچ دینار سے کم نہیں لوں گا۔" اس نے مان لیا۔ پھر جب مغرب کا وقت ہوا تو حسبِ معمول مجھے اشارہ کیا تو میں نے کہا: "میں دس دینار سے کم نہیں لوں گا۔" اس نے میری بات مان لی۔ اور جب نماز سے فارغ ہوا تو زمین سے دس دینار نکال کر مجھے دے دیئے اور پھر جب عشاء کی نماز کا وقت ہوا تو حسبِ عادت اس نے مجھے اشارہ کیا، میں نے کہا: "میں بیس دینار سے کم نہیں لوں گا۔" پھر بھی اس نے میری بات تسلیم کر لی اور نماز سے فراغت پا کر اس نے زمین سے بیس دینار نکالے اور مجھے تھما کر کہنے لگا: "جو مانگنا ہے مانگو! میرا مولیٰ عَزَّوَجَلَّ بہت غنی اور کریم ہے، میں اس سے جو مانگوں گا وہ بخل

نہیں کرے گا۔" میں نے وہ رات رو کر گزاری، اس کا یہ معاملہ دیکھ کر مجھے بڑا دھچکا لگا اور مجھے یقین ہو گیا کہ یہ اللہ عز و جل کا ولی ہے، مجھ پر اس کا رعب طاری ہو گیا اور میں نے اس کو زنجیروں سے آزاد کر دیا۔

جب صبح ہوئی تو میں نے اسے بلا کر اس کی تعظیم و تکریم کی، اسے اپنا پسندیدہ نیا لباس پہنایا۔ میں نے اسے اختیار دیا کہ وہ چاہے تو ہمارے شہر میں عزت والے مکان یا محل میں رہے اور اس کی انتہائی تعظیم و تکریم کی جائے گی اور چاہے تو اپنے شہر چلا جائے۔ اس نے اپنے شہر جانا پسند کیا۔ لہذا میں نے ایک خچر منگوا دیا اور زادِ راہ دے کر اسے خچر پر خود سوار کیا۔ اس نے مجھے دعا دی: "اللہ عز و جل اپنے پسندیدہ دین پر تیرا خاتمہ فرمائے۔" اس کا یہ جملہ مکمل نہ ہوا تھا کہ میرے دل میں دین اسلام گھر کر گیا پھر میں نے اس کے ساتھ اپنے دس غلام اور خادم بھیجے۔ انہیں حکم دیا کہ وہ سب اس کی بہت زیادہ تعظیم و تکریم کریں اور اسے کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ ہونے دیں اور یہ کہ وہ لوگ اس کے حکم کی اطاعت کریں، اور وہی کریں جو یہ پسند کرے اور اس کی مخالفت بالکل نہ کریں۔ پھر اس کو ایک دوات اور کاغذ دیا اور ایک نشانی مقرر کر لی کہ جب وہ اپنے مقام پر محفوظ پہنچ جائے تو وہ نشانی لکھ کر میری طرف بھیج دے۔ ہمارے اور اس کے شہر کے درمیان پانچ دن کی مسافت تھی۔ جب چھٹا دن آیا تو میرے خدام میرے پاس آئے، ان کے پاس رقعہ بھی تھا جس میں اس کا خط اور وہ علامت بھی تھی۔ میں نے اپنے غلاموں سے جلدی پہنچنے کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ جب ہم اس کے ساتھ یہاں سے نکلے تو ہم کسی تھکاوٹ اور مشقت کے بغیر ایک گھڑی کے اندر اندر وہاں پہنچ گئے لیکن واپسی پر وہی سفر تھکاوٹ اور تکلیف کے ساتھ پانچ دنوں میں طے ہوا۔ ان کی یہ بات سنتے ہی میں نے اسی وقت

پڑھا: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللَّهِ وَأَنَّ دِينَ الْإِسْلَامِ حَقٌّ۔ پھر میں روم سے نکل کر مسلمانوں کے شہر آگیا۔ (حکایتیں اور نصیحتیں ص ۷۹-۱۸۱)

(23) بڑائی جتانے کا برا انجام

ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے بہت مال و دولت عطا کیا تھا، اس کے پاس اتنی زمین تھی کہ تین ریلوے اسٹیشن اسی کی زمین پر بنے ہوئے تھے، اس کے علاوہ اس کے کروڑوں روپے بینک میں پڑے تھے، اس لیے اسے اپنے مال و دولت پر بڑا غرور تھا۔

ایک مرتبہ وہ اپنے دوستوں کے ساتھ شہر کے مشہور چوک پر کھڑا باتیں کر رہا تھا، اس وقت دوستوں نے اپنے اپنے کاروبار کی کچھ پریشانیاں اس کو بتائیں، ایک دوست نے کہا کہ ارے یار! کاروبار بہت خسارہ میں ہے، دوسرے نے کہا: بھائی بہت پریشان ہوں، سمجھ میں نہیں آتا میں کیا کروں، میرے بھی کاروبار کا برا حال ہے، اسی طرح اس کے دوسرے سبھی دوستوں نے بھی یہی کہا کہ بھائی! کیا بتاؤں آج کل بہت پریشان ہوں؛ چوں کہ اس مالدار شخص کو اپنے پیسہ پر گھمنڈ تھا، وہ جوش میں آکر بولنے لگا: او بھوکے! اونگے! تمہارے پاس ہے ہی کیا؟ تم لوگ پریشان رہتے ہو کہ کہاں سے آئے گا؟ اور میں پریشان رہتا ہوں کہ یہ مال و دولت کہاں لگاؤں گا؟ اللہ تعالیٰ کو اس کی یہ اداسد نہ آئی، کچھ دنوں کے بعد وہ بیمار ہو گیا اور اتنا زیادہ بیمار ہوا کہ چند مہینوں کے بعد خود تو اس دنیا سے چلا گیا اور اپنے پیچھے ایک بیٹا چھوڑ گیا۔ جب اس کا بیٹا جوان ہوا، تو پھر کیا تھا، سر پر باپ کا سایہ نہ تھا اور باپ کی چھوڑی ہوئی کروڑوں کی دولت اس کے پاس تھی، یہ دیکھ کر کچھ اٹے سیدھے لوگ اس کے دوست بن گئے، کچھ ہی دن نہیں گزرا تھا کہ ان دوستوں نے اس کو برائی اور گندگی کے اڈوں پر لے جانا شروع کر دیا، پھر وہ دھیرے دھیرے

برائی کا اتنا عاشق ہو گیا کہ شراب، جوا، وغیرہ کی اس کو لت لگ گئی، شراب پیتا رہا، جوا کھلتا رہا، ایک ملک سے دوسرے ملک کی سیر کرتا رہا اور مستیاں اڑاتا رہا، اس طرح اس نے پانی کی طرح مال و دولت کو بہا دیا، بلکہ جوئے میں تو کروڑوں روپے ہار گیا یہاں تک کہ بینک میں جتنا مال تھا، سب کو جوئے میں لگا دیا اور ایک وقت آیا کہ اس کو ساری زمینیں فروخت کرنی پڑی بلکہ جس گھر میں وہ رہتا تھا اسے بھی بیچنا پڑا۔ اب اس کے پاس نہ اپنا گھر اور نہ ہی کھانے کے لیے اس کے پاس کوئی چیز تھی، آخر کار اس کا ایسا حال ہوا کہ جس جگہ پر اس کا باپ بڑا بڑا بول بولا تھا، اسی جگہ پر اس کا بیٹا کھڑا ہوتا اور لوگوں سے بھیک مانگا کرتا تھا۔

یہ مال و دولت، یہ صحت و تندرستی، یہ راحت و آرام، یہ علم و ہنر، ساری چیزیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی ہیں، بندوں کا اس میں کوئی کمال نہیں ہے، اس لیے کبھی بھی ان چیزوں پر اترنا نہیں چاہیے اور اپنے آپ کو بڑا نہیں سمجھنا چاہیے، اللہ تعالیٰ چاہے تو یہ ساری چیزیں پل بھر میں چھین لے اس لیے دیکھو، ہمیشہ چھوٹے بن کر رہو، اللہ تعالیٰ تمہارا مرتبہ بلند کرے گا۔

(24) پنسل کی خصوصیات

ایک عالم دین پنسل سے بیٹھے کچھ لکھ رہے تھے ان کا بیٹا قریب آیا اور تلاتے ہوئے دریافت کیا: بابا! آپ کیا لکھ رہے ہیں؟ اس عالم دین نے مسکراتے ہوئے اپنے بیٹے سے فرمایا: بیٹا! میرے لکھنے سے بھی زیادہ اہم یہ پنسل ہے جس سے میں بیٹھا لکھ رہا ہوں اور میں یہ چاہتا ہوں کہ جب تم بڑے ہو جاؤ تو تم اس پنسل کی طرح بنو!

اس بچے نے تعجب آمیز نگاہوں سے باپ کو دیکھا اور پھر بڑے غور سے پنسل کو

گھورنے لگا اور وہ اس کی کسی ایسی خصوصیت کو تلاش کرنے لگا جس کی بنیاد پر بابا جان اس سے پنسل جیسا بننے کا مطالبہ کر رہے تھے، بڑی دیر تک پنسل کو دیکھنے کے بعد اسے کوئی ایسی چیز نظر نہ آئی جو اس کے ذہن کو کھٹکتی اور اب بچے سے رہانہ گیا آخر کار باپ سے معلوم کر بیٹھا! بابا جان اس پنسل میں ایسی کون سی خصوصیت ہے جس کے سبب آپ کی خواہش یہ ہے کہ میں بڑا ہو کر اس جیسا بنوں!

اس عالم نے کہا: اس پنسل میں ۵ اہم خصوصیات ہیں اور تم یہ کوشش کرو کہ بڑے ہو کر تمہارے اندر بھی یہی خصوصیات پیدا ہوں!

(۱)۔۔۔ تم بڑے بڑے کارنامے انجام دے سکتے ہو لیکن کبھی یہ مت بھولو کہ کوئی ہاتھ ہے جو تمہیں چلا رہا ہے اور تم سے یہ کارنامے کروا رہا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا دست قدرت ہے۔

(۲)۔۔۔ کبھی کبھی جب اس کی نوک گھس جاتی ہے تو کٹریا چاقو وغیرہ سے اسے تراشا جاتا ہے اگرچہ یہ ایک اذیت ناک چیز ہوتی ہے لیکن بہر حال اس کی نوک تیز ہو جاتی ہے اور پھر یہ اچھے سے کام کرنے لگتی ہے پس تمہیں بھی یہ جان لینا چاہیے کہ انسان کو اگر کوئی دکھ اور صدمہ پہنچتا ہے وہ اس لئے ہوتا ہے تاکہ تم بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کر سکو۔

(۳)۔۔۔ پنسل یہ اجازت دیتی ہے کہ اگر کچھ غلط تحریر ہو جائے تو تم ربر سے اسے مٹا کر اپنی غلطی کی اصلاح کر سکو پس تم یہ سمجھ لو کہ ایک غلطی کو صحیح کرنا غلطی نہیں ہے۔

(۴)۔۔۔ یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ پنسل کی لکڑی اور اس کا خول لکھنے اور تحریر کرنے کے کام نہیں آتا بلکہ لکھنے کے کام ہمیشہ وہ مغز آتا ہے جو اس لکڑی کے اندر چھپا ہوا ہوتا

ہے پس ہمیشہ تم اس چیز کا خیال رکھو کہ تمہارے جسم کی کوئی حیثیت و اہمیت نہیں ہے بلکہ اس کے اندر چھپی تمہاری روح اور ضمیر قدر و قیمت والا ہے جسم نہیں!

(۵)۔۔ پنل جب کچھ لکھتی ہے تو اپنے کچھ نقوش کاغذ پر چھوڑ دیتی ہے جو مدتوں کاغذ پر دیکھے جاسکتے ہیں پس تم بھی یہ بات سمجھ لو کہ تم جو بھی کام کرو گے اس کے نقوش تمہارے بعد باقی رہیں گے اب یہ تمہارا کام ہے کہ تم کیسے نقوش چھوڑ کر جاتے ہو پس کسی عمل کو انجام دینے سے پہلے کئی بار غور و فکر کر لو کہ کہیں تم کچھ غلط تو نہیں کر رہے ہو۔

(25) مہمان کے لیے ڈنڈا

کہتے ہیں کہ کسی دُور اُفتادہ دیہات میں ایک معزز مہمان آیا۔ بڑی آؤ بھگت ہوئی، گاؤں کا گاؤں اُس کے سامنے بچھا جا رہا تھا۔ کھانے کا وقت آیا تو انواع و اقسام کی نعمتیں اُس کے سامنے دسترخوان پر لا کر چُن دی گئیں۔ ساتھ ہی ایک بڑی سی سینی میں ایک لمبا سا اور موٹا سا ڈنڈا بھی لا کر رکھ دیا گیا۔ مہمان نعمتیں دیکھ کر تو خوش ہوا مگر ڈنڈا دیکھ کر ڈر گیا۔ سہمے ہوئے لہجے میں پوچھا: ”آپ لوگ یہ ڈنڈا کس لیے لائے ہیں؟“

میزبانوں نے کہا: ”بس یہ ہماری روایت ہے۔ بزرگوں کے زمانے سے چلی آرہی ہے۔ مہمان آتا ہے تو اُس کے آگے کھانے کے ساتھ ساتھ ڈنڈا بھی رکھ دیتے ہیں۔“ مہمان کو تسلی نہ ہوئی۔ اُسے خوف ہوا کہ کہیں یہ لوگ کھانے کے بعد ڈنڈے سے ضیافت نہ کریں، لہذا اُس نے پھر تفتیش کی:

”پھر بھی، اس کا کچھ تو مقصد ہو گا۔ کچھ تو استعمال ہو گا۔ آخر صرف مہمان کے آگے ہی ڈنڈا کیوں رکھا جاتا ہے؟“

میزبانوں میں سے ایک نے کہا: ”اے معزز مہمان! ہمیں نہ مقصد معلوم ہے نہ استعمال۔

بس یہ بزرگوں سے چلی آنے والی ایک رسم ہے۔ آپ بے خطر کھانا کھائیے۔“
 مہمان نے دل میں سوچا: ”بے خطر کیسے کھاؤں؟ خطرہ تو سامنے ہی رکھا ہوا ہے۔“
 پھر اس نے اعلان کر دیا: ”جب تک آپ لوگ یہ نہیں بتائیں گے کہ آپ کے یہاں
 بزرگوں کے زمانے سے مہمان کے دسترخوان پر ڈنڈا کیوں رکھا جاتا ہے، کیڑے کو پتھر میں
 رزق پہنچانے والے کی قسم! میں آپ کا ایک لقمہ بھی نہیں کھاؤں گا۔“

اب تو پورے گاؤں میں کھلبلی مچ گئی کہ مہمان نے کھانے سے انکار کر دیا ہے۔ گاؤں
 کے ایک بزرگ بلائے گئے۔ انہوں نے سارا ماجرا سنا اور دسترخوان پر رکھا ہوا ڈنڈا دیکھا تو برس
 پڑے: ”ارے کم بختو! تم نے اتنا بڑا ڈنڈا لا کر رکھ دیا؟ اسے کم کرو۔ ہمارے بزرگ مہمان کے
 سامنے اتنا بڑا ڈنڈا نہیں رکھتے تھے۔“

ڈنڈا فی الفور آری سے کاٹ کر دو تین فٹ کم کر دیا گیا۔ مگر مہمان پھر بھی مطمئن نہیں
 ہوا۔ اسے اپنے سوال کا جواب درکار تھا۔ اب ایک نسبتاً زیادہ بزرگ بلائے گئے۔ انہوں نے بھی
 سارا ماجرا سنا۔ انہوں نے بھی ڈنڈا ناپ کر دیکھا۔ اور انہوں نے بھی اعتراض کیا کہ ”ڈنڈا اب
 بھی بڑا ہے۔ ہمارے بزرگ تو مہمانوں کے آگے ایک چھوٹی سی پتلی سی ڈنڈی رکھا کرتے
 تھے۔“

مذکورہ بزرگ کے کہنے پر باقی ماندہ ڈنڈا کاٹ کر اور چھیل کر ایک چھوٹی سی ڈنڈی بنا دیا
 گیا۔ گو کہ اب ڈنڈے کا سائز اور جسامت خطرے سے باہر ہو گئی تھی، مگر مہمان کا تجسس برقرار

رہا۔ اب تک آنے والے بزرگوں نے صرف سائز اور خطرات ہی کم کیے تھے۔ اس کا استعمال اور اس کا مقصد کوئی نہ بتا سکا تھا۔ مہمان اب بھی کھانا کھانے کے لئے تیار نہ ہوا۔ اب ڈھونڈ ڈھانڈ کر گاؤں کا ایک ایسا بزرگ لایا گیا جس کے سر کے بال ہی نہیں بھنویں تک سفید ہو چکی تھیں۔ محتاط سے محتاط اندازے کے مطابق بزرگ کی عمر ۹۹ سال سے کم نہ ہوگی۔ سچائی بھی کم دیتا تھا۔ جب انہیں ڈنڈے کی شکل و صورت اور اس کا سائز تفصیل سے بتایا گیا تو وہ بھڑک کر اپنی لاٹھی ڈھونڈنے لگے۔ چیخ کر بولے: ”ارے عقل کے اندھو! ہمارے بزرگ مہمان کے سامنے ایک چھوٹی سی پیالی میں ایک ننھا مناسا تنکار کھا کرتے تھے، تاکہ اگر مہمان کے دانتوں کی ریخوں میں گوشت کا کوئی ریزہ پھنس جائے تو وہ خلال کر کے اسے نکال باہر کرے۔“

زندگی کے کسی بھی شعبے میں کوئی نئی بات، کوئی بدعت، شروع تو خلال کے تنکے ہی سے ہوتی ہے، مگر پھر اس کے پیروکار اسے بڑھا کر لمبا سا اور موٹا سا ڈنڈا بنا دیتے ہیں اور اس پر بھی مطمئن نہیں ہوتے۔

(26) آزمائش کامیابی کا واحد راستہ ہے

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ ایک بادشاہ کو دو باز تحفے میں ملے، اس نے اتنے خوبصورت پرندے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ بادشاہ نے دونوں پرندے اپنے ملازم کو دیے کہ وہ ان کی تربیت کرے۔

ایک دن ملازم نے بادشاہ کو بتایا کہ ایک پرندہ اونچی اڑان اڑ رہا ہے اور دوسرا جس دن سے آیا ہے اپنی شاخ سے نہیں اڑ پارہا۔ بادشاہ نے مملکت کے تمام معالجوں اور جادو گروں کو طلب کر لیا لیکن کوئی اس باز کو نہ اڑا سکا۔

بادشاہ نے اپنے مشیروں کے سامنے یہ مسئلہ رکھا۔ گھنٹے دن اور دن مہینوں میں ڈھیل گئے لیکن باز نہ اڑ سکا۔ بادشاہ نے کسی ایسے شخص کو بلانے کا فیصلہ کیا جو قدرت سے گہری دلچسپی رکھتا ہو۔ بادشاہ نے اپنے مشیروں کو حکم دیا کہ کسی ایسے شخص کو ڈھونڈ کر لاؤ جو برسوں جنگلات میں گزار چکا ہو۔ اگلے دن بادشاہ باز کو محل کے باغوں میں اڑتے ہوئے دیکھ کر حیران رہ گیا۔ بادشاہ نے اس شخص کو طلب کیا جس نے باز کو اڑایا تھا۔ اس شخص کو بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا، بادشاہ نے پوچھا تم نے باز کو کیسے اڑایا؟ وہ مسکرا کر بولا میں نے وہ شاخ کاٹ دی جس پر باز بیٹھا تھا۔

آگے بڑھنے کے مواقع بہت ہیں لیکن ہم آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ ہم اپنی آسائشوں سے قدم باہر ہی نہیں نکالتے۔ نئی آزمائشیں اور نئے تجربے ہی زندگی میں آگے بڑھنے کی وجہ بنتے ہیں۔ آزمائشوں کا مقابلہ کریں یہی کامیابی کا واحد رستہ ہے۔

کہا جاتا ہے: ضرورت ایجاد کی ماں ہے کہ جب ضرورت پڑتی ہے تو اسباب خود بخود مہیا ہو جاتے ہیں۔

(27) قرآن مجید اور مسلمانوں کی حالت

پرانے زمانے کی بات ہے کہ ایک شکاری پرندے پکڑ کر بازار میں معمولی داموں کے عوض فروخت کرتا تھا، ایک دن اس بازار میں ایک نیک دل آدمی کا گزر ہوا تو اس نے سوچا کہ ان آزاد پرندوں کو قید کرنا تو بہت بڑا گناہ ہے، اس لئے اس نے ان پرندوں کو آزاد کرنے کا سوچا اور شکاری سے سارے پرندے خرید لئے، لیکن آزاد کرنے سے پہلے اس نے سوچا کہ یہ شکاری تو پھر ان پرندوں کو پکڑ کر قید کر لے گا، اس لئے وہ سب پرندوں کو گھر لے گیا اور وہاں ان کو چند

الفاظ سکھانے شروع کئے کہ ہم سیر کرنے باغ نہیں جائیں گے، اگر باغ گئے تو شاخ پر نہیں بیٹھیں گے اور اگر شاخ پر بھی بیٹھ گئے تو جیسے ہی شکاری آئے گا ہم اڑ جائیں گے۔

ایک عرصہ محنت کے بعد وہ نیک دل آدمی اپنی اس محنت میں کامیاب ہوا اور پرندے وہ بولی بولنے لگے، نیک دل آدمی بہت خوش ہوا کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوا اور اس نے ایک ایک کر کے سارے پرندے آزاد کر دیئے۔

اب ہوا یوں کہ دوسرے دن صبح سویرے جب شکاری باغ میں پرندیں پکڑنے گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ پرندے شاخوں پر بیٹھے گنگنا رہے تھے کہ ہم سیر کرنے باغ نہیں جائیں گے اور اگر باغ گئے تو شاخ پر نہیں بیٹھیں گے اور اگر شاخ پر بیٹھ گئے تو جیسے ہی شکاری آئے گا ہم اڑ جائیں گے، شکاری یہ دیکھ کر بہت خوش ہوا کہ اب تو ان پرندوں کی وہ منہ مانگی قیمت وصول کر سکے گا اور یوں اس نے وہ پرندے پکڑ کر مہنگے داموں فروخت کر دیئے۔

پرندوں نے تو صرف الفاظ رٹ لئے تھے ان کو کیا معلوم تھا کہ باغ کیا چیز ہے؟ شاخ کیا ہوتی ہے؟ اور شکاری کس بلا کا نام ہوتا ہے؟ اور اڑنا کسے کہتے ہیں؟

ہم مسلمانوں کا بھی آج کل یہی حال ہے، قرآن کو ہم سمجھتے نہیں تو سینوں میں کیسے اترے گا؟ بس رٹے رٹائے الفاظ ہیں جسے ہم نماز میں پڑھتے ہیں، برکت کے لئے پڑھتے ہیں، مصیبت کے آنے پر اور سفر پر جانے سے پہلے اور رمضان کے روزوں میں خالص ثواب کی نیت سے ہم ان رٹے ہوئے الفاظ کا ورد کرتے ہیں۔

ان پرندوں کی طرح ہمیں بھی قانون کی اس کتاب کی سمجھ ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں ہم سے کیا مطالبات کئے ہیں؟ کون سے احکامات دیئے ہیں؟ اور کن چیزوں سے روکا

ہے؟ کامیابی کے رموز کیا ہیں؟ اور خسارے کا رستہ کون سا ہے؟ ہمارا دوست کون ہے؟ اور ہمارا دشمن کون ہے؟

جب یہ حال ہو گا تو شکاری (یعنی باطل قوتیں) ہمیں دیکھ کر خوش بھی ہوں گی اور اپنا غلام بھی بنالیں گی۔

ہمیں بحیثیت مسلمان اپنے آپ پر غور کرنا چاہیے اور آج سے ہی قرآن مجید کا ترجمہ و تفسیر خود بھی پڑھنا شروع کر دینا چاہیے اور اپنے بچوں کی پڑھائی کا بھی لازمی حصہ بنانا چاہیے۔ اس کے لئے بہترین کتاب ”کنز الایمان مع خزائن العرفان“ اور ”تفسیر صراط الجنان“ ہے۔

(28) اسکول، استانی اور قرعہ اندازی

فلسطین کے ایک اسکول میں استانی نے بچوں سے ٹیسٹ میں پہلی پوزیشن حاصل کرنے والوں کو انعام کا وعدہ کیا کہ جو بھی فسٹ آیا اس کو نیا جو تاملے گا۔ ٹیسٹ ہوا سب نے یکساں نمبر حاصل کیے اب ایک جوڑا جو تاسب کو دینا ناممکن تھا اس لیے استانی نے کہا کہ چلیں قرعہ اندازی کرتے ہیں جس کا بھی نام نکل آیا اس کو یہ نیا جو تادیں گے اور قرعہ اندازی کے لیے سب کو کاغذ پر اپنا نام لکھنے اور ڈبے میں ڈالنے کو کہا گیا۔

استانی نے ڈبے میں موجود کاغذ کے ٹکڑوں کو خلط ملط کیا تاکہ کسی کی حق تلفی نہ ہو جائے اور پھر سب کے سامنے ایک ٹکڑا اٹھایا جو نہی کھلا تو اس پر لکھا تھا عبد الکریم سب نے تالیاں بجائیں وہ اشکبار آنکھوں سے اٹھا اور اپنا انعام وصول کیا۔ کیونکہ وہ پھٹے پرانے کپڑوں اور جوتے

سے تنگ آچکا تھا۔ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا تھا اور ماں لاچار تھی اس لیے جو توں کا یہ انعام اس کے لیے بہت معنی رکھتا تھا۔

جب استانی گھر گئی تو روتی ہوئی یہ کہانی اپنے شوہر کو سنائی جس پر اس نے خوشی کا اظہار کیا اور ساتھ رونے کی وجہ دریافت کی تو استانی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی کہ مجھے رونا عبد الکریم کے جو توں سے زیادہ دیگر بچوں کے احساس اور اپنی بے حسی پر آتا ہے۔ جب میں نے ڈبے میں موجود دیگر کاغذ کے ٹکڑوں کو چیک کیا تو سب نے ایک ہی نام لکھ دیا تھا ”عبد الکریم“ ان بچوں کو عبد الکریم کے چہرے پر موجود لاچاری کے درد اور کرب محسوس ہوتا تھا لیکن مجھے نہیں جس کا مجھے افسوس ہے۔

لہذا ایک استاد کو اپنے درجے کے طلبہ کے بارے میں پتا ہونا چاہیے کہ کون حاجت مند ہے تاکہ اس کی مدد کی جاسکے نیز بچوں کے اندر احساس پیدا کرنا اور عملاً سخاوت کا درس دینا سب سے بہترین تربیت ہے۔ ہمارے کئی اسلاف کے بارے میں کتابوں میں موجود ہے کہ وہ خیرات، صدقات اور زکوٰۃ اپنے ہاتھوں سے نہیں دیتے بلکہ بچوں کو دے کر ان سے تقسیم کرواتے تھے جب پوچھا گیا تو یہی وجہ بتائی کہ اس سے بچوں کے اندر بچپن سے انفاق کی صفت اور غریبوں و لاچاروں کا احساس پیدا ہوتا ہے۔

(29) چار مرد، چار خواہشات

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں عبد الملک بن مروان عبد اللہ بن زبیر اور ان کے دونوں بھائی مصعب بن زبیر اور عروہ بن زبیر ایک مرتبہ مسجد حرام میں مل بیٹھے تو ان میں سے کسی نے کہا کہ آج آپس میں اپنی اپنی خواہشات کا اظہار کرنا چاہیے چنانچہ:

ﷺ عبد اللہ بن زبیر نے ابتدا کرتے ہوئے کہا کہ میری خواہش ہے کہ میں حرمین پر قبضہ کر کے خلافت حاصل کر لوں۔

ﷺ مصعب بن زبیر نے کہا میری آرزو ہے کہ دونوں عراقوں پر قبضہ کر لوں اور قریش کی دو شریف زادیوں سکینہ بنت حسین اور عائشہ بنت طلحہ کو اپنے عقد نکاح میں لے آؤں۔

ﷺ عبد الملک بن مروان نے کہا میری خواہش ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا جانشین بن جاؤں اور ساری دنیا پر بادشاہت کروں۔

ﷺ جب سب اپنی خواہشات کا اظہار کر چکے تو حضرت عروہ بن زبیر نے کہا کہ تمہاری خواہشات تمہیں مبارک میری تو صرف یہ تمنا ہے کہ دنیا سے بے رغبتی اور آخرت میں جنت کا پروانہ مل جائے اور مجھ سے اس علم (یعنی علم حدیث) کا فیضان جاری ہو جائے۔

تقدیر دیکھئے کہ ہر ایک کی خواہش و تمنا کی تکمیل کو پہنچی اور ہر ایک نے اپنی آرزو کو پالیا حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو علم حدیث میں اللہ تعالیٰ نے جو مقام عطا فرمایا اور ان کا جو فیض جاری ہوا وہ اہل علم جانتے ہیں ان کی یہ ایک تمنا تو بر آئی دوسری تمنا جنت کی تھی عبد الملک بن مروان کہا کرتا تھا جو شخص کسی جنتی کو دیکھنا چاہے تو عروہ بن زبیر کو دیکھے کیونکہ انہوں نے جنت کی خواہش کی تھی۔ (وفیات الاعیان جلد ۳ ص ۲۵۸)

(30) کھانا کس نے بھیجا تھا؟

امام قرطبی فرماتے ہیں کہ قبیلہ اشعریین کے لوگ جب ہجرت کر کہ مدینہ منورہ پہنچے۔ تو ان کا تمام سامان جو کھانے پینے کا تھا ختم ہو چکا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنا ایک آدمی رسول

اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں بھیجا کہ ہمارے کھانے پینے کا کوئی انتظام کیا جائے۔ وہ آدمی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے گھر کے دروازے پہ پہنچا تو رسول اللہ کی آواز آرہی تھی جو قرآن پاک کی اس آیت:

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا (پ، ۱۲، ہود، ۶)

ترجمہ کنزالایمان: اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ کرم پر نہ ہو۔

کی تلاوت کر رہے تھے۔ یہ آیت سنتے ہی اس کے دل میں خیال آیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کے رزق کا ذمہ لیا ہے تو پھر ہم تو انسان ہیں جانوروں سے گئے گزرے نہیں۔ وہ ضرور ہمارے لئے رزق کا بندوبست کرے گا۔ وہ وہیں سے واپس آگیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو کچھ نہیں بتایا۔

ساتھیوں کے پاس پہنچا تو سب کو بلند آواز سے کہا: ساتھیوں خوش ہو جاؤ اللہ کی مدد آنے والی ہے۔ وہ سمجھے کہ یہ بندہ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس عرض کرنے گیا تھا اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کھانا بھیجنے کا وعدہ کر لیا ہو گا۔ لہذا وہ خوشی خوشی اپنے کاموں میں لگ گئے۔ اور مطمئن ہو گئے۔

تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ دو آدمی ایک بڑا سا برتن لے کر آئے جو گوشت اور روٹیوں سے بھرا ہوا تھا۔ وہ دو آدمی کھانا دے کر چلے گئے سب نے شکم سیر ہو کر خوب کھایا لیکن اب بھی کافی سارا کھانا بچ گیا تھا۔ انہوں نے سوچا کہ یہ بچا ہوا کھانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں واپس بھیج دیں۔ تاکہ بوقت ضرورت استعمال ہو سکے۔

دو آدمی کھانا لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم آپ کا بھیجا ہوا کھانا بہت مزے دار تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جب سنا تو فرمایا کہ میں نے تو کوئی کھانا نہیں بھیجا تھا۔ ایک نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہم بہت بھوکے تھے ہم نے بھوک کی حالت میں آپ کی طرف اپنا قاصد بھیجا تھا کہ ہمیں تھوڑا کھانا عنایت فرمائیں۔ پس وہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ سے واپس آیا اور کھانا آنے کی خوش خبری سنائی۔ اس شخص کو بلایا گیا وہ آیا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ والہ وسلم جب میں آیا تو آپ قرآن پاک کی آیت:

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا (پ، ۱۲، ہود: ۶)

پڑھ رہے تھے لہذا میں نے سوچا کہ جو ذات جانوروں کے رزق کی ذمہ داری اٹھا رہی ہے وہ ذات ہماری بھی ذمہ دار ہے۔ اس لیے میں آپ کو کچھ بتائے بغیر چلا گیا۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم مسکرائے اور فرمایا: یہ رزق میں نے نہیں بلکہ اس پرودگار نے بھیجا تھا جو ہر شے کے رزق کا ذمہ دار ہے۔ (تفسیر القرطبی: ۷، ۹)

(31) استاذ، پھول اور میٹھا شہد

ایک طالب علم نے اپنے استاذ صاحب سے عرض کیا: استاذ محترم! آپ کے پیرید میں ہم بات اچھی طرح سمجھ جاتے ہیں، آپ کی باتوں کا لطف بھی اٹھاتے ہیں اور اس لیے آپ کے پیرید کا انتظار بھی رہتا ہے۔ لیکن جب ہم کتاب پڑھتے ہیں تو ہمیں وہ لطف حاصل نہیں ہوتا جو آپ کے پیرید میں حاصل ہوتا ہے۔ استاذ صاحب نے فرمایا: شہد کی مکھی شہد کیسے بناتی ہے؟ ایک طالب علم نے جواب دیا: پھولوں کے رس سے۔۔۔

استاذ صاحب نے پوچھا: اگر تم پھولوں کو یونہی کھا لو تو ان کا ذائقہ کیسا ہو گا؟ طالب علم نے جواب دیا: کڑوا ہو گا۔ استاذ صاحب نے فرمایا: اے میرے بیٹے! درس و تدریس کا شعبہ بھی شہد کے مکھی کے کام کی طرح ہے۔ استاذ شہد کی مکھی کی طرح لاکھوں پھولوں (یعنی کتب، تجربات، مشاہدات) کا دورہ کرتا ہے اور پھر اپنے طلبہ کے سامنے ان پھولوں کے رس کا نچوڑ میٹھے شہد (یعنی خلاصے) کی صورت میں لا کر رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کی حفاظت فرمائے جو انبیاء کے اس کام سے تعلق رکھتا ہے۔ ہمارے ہر استاذ کے لیے سلامتی ہو۔

اس حکایت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اگر کسی استاذ کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ میرے درس میں شہد کے جیسی چاشنی نہیں، یعنی طلبہ دلچسپی نہیں لیتے تو دو وجوہات ہو سکتی ہے: پہلی وجہ یہ کہ اس استاذ نے شہد کی مکھی کی طرح پھول پھول کا دورہ نہیں کیا۔ یعنی تیاری کے لیے صرف ایک کتاب پر تکیہ کر لیا۔ دوسرا یہ کہ شہد کی مکھی کی طرح اس استاذ نے پھولوں کا رس نکال کر شہد بنانے کے بجائے طلبہ کے سامنے کڑوے پھول لا کر رکھ دیے۔ یعنی جیسا کتاب میں پڑھا تھا ویسے کا ویسا طلبہ کو سنا دیا۔ اگر اس میں طلبہ کے ذہنوں کے مطابق مثالیں شامل ہوتیں، تختہ سیاہ یا دیگر تعلیمی آلات سے مدد لی جاتی، مناسب سرگرمیوں کا انتخاب کیا جاتا تو اس محنت کا نتیجہ میٹھے شہد کی صورت میں نکلتا۔ استاذ کا کام شہد کی مکھی کے کام کی طرح سخت اور تھکا دینے والا ہے۔ لیکن اس کا نتیجہ بھی شہد جیسا لذیذ و شیریں ہے۔

(32) قابل تحسین غلطی

زمانہ قدیم میں اہل عرب جب کوئی بستی بساتے تو وہاں ایک طرز اور ایک ہی شکل کے کچے مکان بناتے، مٹی سے بنے گھروں کے اوپر کھجور کے پتوں سے بنی چھت جس کے نیچے ستون کے لیے بھی کھجور کے درخت کا تن استعمال کیا جاتا، اسی طرح دروازے اور روشن دان بھی ایک جیسے ہوتے تھے جن کے لیے صحرائی جھاڑیوں سے الگ کی گئی شاخوں کے اوپر کھجور کے پتوں سے چادر بنا کر لگائی جاتی تھی یوں وہ ایک پردہ نما دروازے کا کام دیتا تھا، ہر گھر کے صحن میں ایک دو کھجور کے درخت ہوتے تھے تو یوں ایک جیسے دکھائی دینے والے گھروں میں بعض اوقات لوگ غلطی سے دوسروں کے گھروں میں بھی داخل ہو جاتے تھے۔

ایک دفعہ ایسی ہی بستی میں رہنے والے ایک کسان نے ایک صبح کھیتوں میں جانے سے پہلے اپنی بیوی سے کہا کہ آج شام دوسرے قبیلے کے سردار میرے یہاں مہمان ہیں تو ان کی مہمان نوازی کے لیے کھجور کا حلوہ، گندم کا ہریس، اور زیتون کے تیل میں بکری کی ران بھون کر تیار رکھنا، وہ بازار سے تمام ضروری اشیاء لے کر بیوی کے حوالے کر کے اپنی بکریاں وغیرہ لے کر کھیتوں کی جانب چلا گیا، کھجور کے پکنے کا موسم تھا، جس اور بلا کی گرمی میں جب درختوں کا سایہ بھی مسافر کو راحت نہیں دیتا تھا تو وہ کسان دوپہر کے وقت کھیتوں سے واپس گھر کی جانب چل دیا، باڑے میں بکریاں باندھ کر جیسے ہی گھر میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ اس کی بیوی تو منہ لپیٹ کر چٹائی پر بے خبر سو رہی ہے اور گھر میں کسی بھی قسم کے کھانے کی خوشبو بھی نہیں آرہی تو گرمی سے بے حال اس شخص کا غصہ ساتویں آسمان پر جا پہنچا، فوراً لٹھی اٹھائی اور پوری قوت

سے بیوی کی کمر میں دے ماری اور ساتھ غصے میں ڈانٹتے ہوئے کہنے لگا: "اگر شام تک کھانا تیار نہ ہو تو تمہارے لیے میرے گھر میں کوئی جگہ نہیں ہے۔"

یوں غصے میں برا بھلا کہتا وہ کمرے سے باہر نکل کر پانی پینے کی غرض سے باورچی خانے میں گیا تو اس کو احساس ہوا کہ وہ تو غلطی سے اپنے پڑوسی کے گھر میں آ گیا ہے اور اوپر سے اس نے پڑوسی کی بیوی کو پیٹ بھی ڈالا ہے، پریشانی اور گھبراہٹ میں فوراً وہاں سے بھاگا اور اپنے گھر میں گیا تو دیکھا ہر چیز بہترین طریقے سے تیار اور رقاہیوں میں سجی ہوئی ہے، شام کو جیسے تیسے کر کے اس نے سردار کی دعوت کی اور اس کو رخصت کرنے کے بعد وہ اپنے پڑوسی کا انتظار کرنے لگا کہ وہ اپنی بیوی کی شکایت پر ابھی آئے گا اور جھگڑا کرے گا ہو سکتا ہے جھگڑا بھی ہو اور مجھے سزا بھی ملے، خیر پڑوسی تو نہ آیا لیکن وہ اگلے چند روز ڈر کر جب بھی اپنے پڑوسی کو دیکھتا کترا کر رہا بدل لیتا، یوں ایک ہفتہ گزر گیا پڑوسی تو نہ آیا لیکن وہ ضمیر کے ہاتھوں پشیمان ہو کر ایک دن اسی پڑوسی کے گھر چلا گیا اور باہر کھڑے ہو کر اس کو آواز دی وہ باہر آیا بڑے پر تپاک طریقے سے ملا تو اس نے حوصلہ پا کر آہستہ آواز میں اسے ساری بات بتائی معافی مانگی، کہا میں تمہاری بیوی سے بھی معافی مانگنا چاہتا ہوں اور ہر طرح کی سزا کے لیے تیار ہوں، تو اس کی بات سن کر اس کا پڑوسی ہنسنے لگا اور کہنے لگا: "خدا کے بندے کیوں ایک غلطی کے اوپر دوسری غلطی کرنے پر تلے ہوئے ہو، میں تو پچھلے چند دنوں سے پریشان تھا کہ ایسی کون سی نیکی میں نے کی ہے جس کی وجہ سے میری بیوی یکدم بدل گئی ہے، مجھے تو اس قصے کا پتا ہی نہیں تھا اور میری بیوی بھی شاید سمجھ رہی ہے کہ وہ میں ہی تھا کیونکہ جیسے ہی میں گھر پہنچتا ہوں وہ میرے جوتے اتروا کر میرے پاؤں دھوتی ہے، پھر میرے ہاتھ دھوا کر دسترخوان پر بٹھاتی ہے اور ہر روز لذیذ پکوان کھانے

میں دیتی ہے، میری ٹانگیں دباتی ہے میرے سونے کے بعد سوتی ہے اور جاگنے سے پہلے جاگ کر قہوہ پیش کرتی ہے اور تم ہو کہ یہ سارا بھرم توڑنے پر دوڑے چلے آئے ہو، سنو یہ کچھ دینار میری طرف سے رکھ لو اور ایسا کرو مہینے میں ایک آدھ بار ایسی غلطی کرنے آجایا کرو۔

(33) انسانیت کی خدمت

ایران کے شہر "طوس" میں ایک غریب لڑکا رہتا تھا، اسے علم حاصل کرنے کا بڑا شوق تھا، اس نے ابتدائی تعلیم اپنے شہر میں حاصل کرنے کے بعد عراق کے شہر بغداد میں جانے کا فیصلہ کیا، کیونکہ ان دنوں بغداد میں ایک بہت بڑا مدرسہ قائم تھا۔ جب یہ داخل ہونے کے لیے مدرسہ گیا، تو اس کے پچھٹے پرانے کپڑوں کو دیکھ کر مدرسے کے ذمہ دار نے کہا: ہمارے پاس تمہارے لیے کوئی خالی کمرہ نہیں۔ لڑکے نے جب یہ سنا تو کہا: جناب عالی! میری رہائش کی آپ فکر نہ کریں، اس کا بندوبست میں خود کر لوں گا، آپ صرف مجھے داخلہ دے دیں تو مہربانی ہوگی۔ ذمہ دار نے داخلہ منظور کر لیا۔

لڑکے نے اپنے رہنے کے لیے چھوٹا سا کمرہ کرائے پر لیا، یہ کمرہ بہت خراب تھا، اس کے اوپر ایک نالہ بہتا تھا، جس کے گندے پانی سے کپڑے گندے ہو جاتے اور وہ رات کو باہر جا کر اپنے کپڑے دھوتا، تاکہ صبح مدرسہ جانے کے لیے پہن سکے۔ ایک روز صبح لڑکا مدرسے کے دروازے پر پہنچا، تو مدرسے کے چیر اسی نے اسے بتایا: منتظم صاحب نے اسے اندر آنے سے روک دیا ہے، کیونکہ وزیر اعظم نظام الملک طوسی مدرسے کو دیکھنے کے لیے آرہے ہیں اور منتظم نہیں چاہتے کہ وزیر اعظم کو پتا چلے کہ کوئی غریب طالب علم بھی مدرسے میں پڑھتا ہے۔ لڑکے نے جب یہ سنا تو افسردہ ہوا۔

ادھر نظام الملک طوسی مدرسے میں آئے، تو انہوں نے منتظم سے کہا: مدرسے کے کچھ طالب علموں کو یہاں بلائیے۔ میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔ منتظم صاحب نے ان تمام لڑکوں کو بلا بھیجا جو بہت لائق سمجھے جاتے تھے۔ نظام الملک نے ہر طالب علم سے ایک ایک کر کے پوچھا: بیٹا! آپ علم حاصل کر کے کیا کرو گے؟ کسی نے جواب دیا کہ میں بڑا افسر بنوں گا.....، کسی نے کہا کہ میں دنیا کی سیر کروں گا۔ نظام الملک طوسی کو یہ سب سن کر بہت غصہ آیا، اس نے کہا: میں نے یہ مدرسہ اس لیے نہیں بنوایا کہ لڑکے یہاں آکر اپنا اور اساتذہ کا وقت ضائع کریں، اگر کل تک مجھے کسی نے علم حاصل کرنے کا صحیح مقصد نہ بتایا تو میں مدرسہ بند کر دوں گا۔

یہ سن کر سب اساتذہ بہت پریشان ہوئے کہ اگر مدرسہ بند ہو گیا تو دین کا بڑا حرج ہو گا، ابھی یہ باتیں سوچ ہی رہے تھے کہ ایک استاد نے کہا: میں ایک ایسے طالب علم کو جانتا ہوں جو کہ بہت محنتی ہے، آج وہ مدرسہ نہیں آیا اگر اسے بلایا جائے تو کام بن سکتا ہے۔ سب استاد تو اس بات پر متفق ہو گئے، لیکن منتظم صاحب نے مخالفت کی اور پھر اپنی نوکری بچانے کے خاطر مان گئے، یہ وہ لڑکا تھا جسے مدرسے آنے سے روک دیا گیا تھا۔

اس کو بلا کر وزیر اعظم نظام الملک طوسی کے سامنے پیش کیا گیا، تو وزیر اعظم نظام الملک طوسی نے اس لڑکے سے پوچھا: علم حاصل کر کے کیا کرو گے؟ لڑکے نے جواب دیا: جناب.....! میں علم حاصل کر کے اللہ کو راضی کروں گا اور انسانیت کی خدمت کروں گا۔

وزیر اعظم نظام الملک اس کی یہ بات سن کر بہت خوش ہوئے اور اسے گلے لگا لیا اور کہا: جہاں ایسے طالب علم پڑھتے ہوں ایسے مدرسے کو چلتا رہنا چاہیے۔ چنانچہ وہ مدرسہ بعد میں ترقی

کر کے جامعہ بن گیا اور طالب علم نے اپنا وعدہ نبھایا اور بڑے ہو کر احمد غزالی کے نام سے مشہور ہوا اور ساری زندگی انسانوں کی خدمت کرتا رہا۔

پیارے بچو! علم حاصل کرنے کا مقصد اللہ کو راضی کرنا ہے اور اللہ کو راضی کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ایک انسان دوسرے انسان کے کام آئے اور اس کے دکھ درد میں برابر کا شریک ہو۔

(34) کنجوس کا بیٹا مہا کنجوس

ایک کنجوس کی حکایت ہے اس کے گھر کوئی مہمان وارد نہ ہوا، اس کنجوس نے اپنے بیٹے سے کہا کہ آدھا کلو عمدہ گوشت لیتے آؤ۔ بیٹا باہر گیا اور کافی دیر بعد خالی ہاتھ لوٹا... باپ نے پوچھا گوشت کہاں ہے؟ بیٹا بولا: میں قصائی کے پاس گیا اور کہا کہ جو سب سے عمدہ گوشت تمہارے پاس ہو وہ دیدو۔

قصائی نے کہا میں تمہیں ایسا گوشت دوں گا گویا کہ مکھن ہو.. تو میں نے سوچا اگر ایسا ہی ہے تو مکھن ہی لے لوں۔ لہذا میں بقال کے پاس گیا اور کہا جو تمہارے پاس سب سے عمدہ مکھن ہو وہ دیدو.. بقال نے کہا میں تمہیں ایسا مکھن دوں گا گویا کہ شہد ہو۔ تو میں نے سوچا اگر ایسا ہی ہے تو شہد ہی خرید لوں تو میں شہد والے کے پاس گیا اور کہا جو سب سے عمدہ شہد تمہارے پاس ہو وہ دے دو.. تو شہد والے نے کہا میں تمہیں ایسا شہد دوں گا گویا کہ بالکل صاف شفاف پانی ہو.. تو میں نے سوچا اگر یہی قصہ ہے تو پانی تو ہے ہی گھر میں موجود۔ اس لئے میں خالی ہاتھ واپس آ گیا...

باپ: واہ بیٹے یہ تم نے بہت شاطرانہ عقل بھڑائی لیکن ایک نقصان کر دیا۔ وہ یہ کہ ایک دکان سے دوسری دکان جانے میں تمہاری چپل گھس گئی ہوگی.. بیٹا بولا: نہیں ابا جان! ایسا نہیں ہے میں مہمان کی چپل پہن کے گیا تھا.....!!!!!!

(35) بوڑھیا کی حکمت بھری باتیں

ایک بادشاہ نے اعلان کر رکھا تھا کہ جو اچھی بات کہے گا اس کو چار سو دینار (یعنی سونے کے سکے) دیئے جائیں گے۔ ایک دن بادشاہ رعایا کی دیکھ بھال کرنے نکلا، اس نے دیکھا ایک نوے سال کی بوڑھی عورت زیتون کے پودے لگا رہی ہے۔ بادشاہ نے کہا تم پانچ دس سال میں مر جاؤ گی اور یہ درخت بیس سال بعد پھل دیں گے تو اتنی مشقت کرنے کا کیا فائدہ؟

بوڑھی عورت نے جواباً کہا جو ہم نے پھل کھائے وہ ہمارے بڑوں نے لگائے تھے اور اب ہم لگا رہے ہیں تاکہ ہماری اولاد کھائے!

بادشاہ کو اس بوڑھی عورت کی بات پسند آئی حکم دیا اس کو چار سو دینار دے دیئے جائیں۔ جب بوڑھی عورت کو دینار دیئے گئے وہ مسکرانے لگی، بادشاہ نے پوچھا کیوں مسکرا رہی ہو؟ بوڑھی عورت نے کہا کہ زیتون کے درختوں نے بیس سال بعد پھل دینا تھا جبکہ مجھے میرا پھل ابھی مل گیا ہے۔ بادشاہ کو اس کی یہ بات بھی اچھی لگی اور حکم جاری کیا اس کو مزید چار سو دینار دیئے جائیں۔ جب اس عورت کو مزید چار سو دینار دیئے گئے تو وہ پھر مسکرانے لگی، بادشاہ نے پوچھا اب کیوں مسکرائی؟ بوڑھی عورت نے کہا زیتون کا درخت پورے سال میں صرف ایک بار پھل دیتا ہے جبکہ میرے درخت نے دوبار پھل دے دیئے ہیں۔

بادشاہ نے پھر حکم دیا اس کو مزید چار سو دینار دیئے جائیں یہ حکم دیتے ہی بادشاہ تیزی کے ساتھ وہاں سے روانہ ہو گیا۔ وزیر نے کہا حضور آپ جلدی سے کیوں نکل آئے؟ بادشاہ نے کہا: اگر میں مزید اس عورت کے پاس رہتا تو میرا سارا خزانہ خالی ہو جاتا مگر عورت کی حکمت بھری باتیں ختم نہ ہوتیں۔

اچھی بات دل موہ لیتی ہے نرم رویہ دشمن کو دوست بنا دیتا ہے حکمت بھرا جملہ بادشاہوں کو بھی قریب لے آتا ہے۔ اچھی بات دنیا میں دوست بڑھاتی اور دشمن کم کرتی ہے اور آخرت میں ثواب کی کثرت کرتی ہے۔ آپ مال و دولت سے سامان خرید سکتے ہیں مگر دل کی خریداری صرف اچھی بات سے ہو سکتی ہے لہذا دل کے خریدار بنیں مال کے طلب گار نہ بنیں۔

(36) سکون کی تلاش

طارق نہر کے کنارے اُداس بیٹھالہروں کو دیکھ رہا تھا کہ اُس کا ایک دوست وہاں سے گزرا۔ طارق پر نظر پڑی تو اُس کی خیر خیریت پوچھی، طارق نے اُس کے سامنے اپنا دل کھول کر رکھ دیا کہ یار سکون کی تلاش میں ہوں، گھر میں بیوی بچوں کے شور سے تنگ آ گیا ہوں، اب تو کان بجنے لگے ہیں، ٹھیک سے دکھائی نہیں دیتا اور نیند بھی پوری نہیں ہوتی، جب دل زیادہ گھبراتا ہے تو نہر کے کنارے پہنچ جاتا ہوں۔

دوست نے مشورہ دیا کہ ساتھ والے گاؤں میں ایک بڑے حکیم صاحب ہیں اُن سے ملو، شاید وہ تمہارا مسئلہ حل کر دیں۔ طارق اسی دن حکیم صاحب کے پاس پہنچ گیا اور اپنا مسئلہ بیان کیا، انہوں نے اِس کی نبض چیک کی اور کہنے لگے کہ تمہارا علاج ہو جائے گا مگر میں جو کہوں، وہ کرنا ہو گا۔ طارق نے ہامی بھر لی، تو بڑے حکیم صاحب نے کہا: گھر میں مُرغا رکھ لو اور تین دن

بعد میرے پاس آنا۔ طارق نے دل میں سوچا کہ پہلے ہی بچوں کے شور سے تنگ ہوں اوپر سے مُرغا بھی! خیر! وہ گھر جاتے ہوئے کریم بخش سے مُرغا خرید کر لے گیا۔ مُرغا دیکھ کر بچوں کی تو عید ہو گئی، وہ اُس کے ساتھ کھیلنے لگے۔ شور و غل بڑھا تو طارق کی بے شکونی بھی بڑھ گئی۔

تین دن بعد پھر حکیم صاحب کے پاس پہنچ گیا اور سارا حال کہہ سنایا، اب کی بار حکیم صاحب نے کہا: ایک کتا بھی رکھ لو۔ طارق کے جی میں آئی کہ حکیم کو کھری کھری سنا دے مگر مُرغا خاموش رہا اور کتا لے جا کر گھر کے باہر باندھ دیا، بچوں کا شور تھمتا تو کتا بھونکنے لگتا، وہ چپ ہوتا تو مُرغا شروع ہو جاتا۔

سخت بے شکونی کے عالم میں تیسری بار حکیم صاحب سے ملا تو حکم ہوا: ایک گدھا بھی رکھ لو۔ مَر تا کیا نہ کرتا، اُدھار پر گدھا خرید ا اور گھر لے جا کر کھونٹے سے باندھ دیا۔ اب تو محلے والے بھی اُس کے گھر پہنچ گئے کہ کچھ ہمارا بھی خیال کرو، تمہارے جانوروں اور بچوں نے مل کر ہمارا سُکون برباد کر رکھا ہے۔

طارق نے حکیم صاحب سے فریاد کی تو فرمایا: گدھے کو فوراً بیچ دو، ادھی قیمت پر گدھے سے جان چھڑائی تو اُس رات کچھ بہتر نیند آئی، دوسرے دن حکیم صاحب سے ملا تو حکم ہوا: کتے کو بھی چلتا کرو، ایسا ہی کیا تو گھر میں مزید خاموشی ہو گئی، اب کی بار حکیم صاحب سے ملا تو فرمایا کہ مُرغا ذبح کر کے کھا لو، طارق نے ہمت کر کے کہا: حکیم صاحب! ٹھیک ہے میں نے آپ کی ہر بات ماننے کا وعدہ کیا تھا مگر مُرغا ہمارے گھر کی رونق بن چکا ہے، بچے اُس کی وجہ سے خوش ہیں، جب تک وہ بانگ نہ دے لگتا ہی نہیں کہ دن نکل آیا ہے، حکیم صاحب نے اپنا حکم دہرایا تو

طارق نے بجھے دل سے اس پر بھی عمل کر ڈالا، پھر سے حکیم صاحب کے پاس پہنچا تو کہنے لگے: بیوی بچوں سے جان چھڑاؤ اور ان کو نانا کے گھر بھیج دو پھر تمہیں مکمل سکون مل جائے گا۔

طارق رونے کے قریب ہو گیا اور کہنے لگا کہ حکیم صاحب بس اتنا کافی ہے، میرا علاج مکمل ہوا، اب مجھے سکون ہے۔ حکیم صاحب نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور کہنے لگے: میں تمہیں یہی سمجھانا چاہتا تھا کہ سکون ہمارے اندر ہوتا ہے اور ہم اسے باہر تلاش کرتے رہتے ہیں، اگر ہم اپنا ذہن بنالیں تو خلاف مزاج باتوں کو برداشت کرنے کی عادت بھی بن سکتی ہے ورنہ ہم بے سکونی کا شکار رہتے ہیں، جاؤ! اب اپنے گھر میں سکون سے رہو۔

(37) خدا کی جنت

عام طور پر تعلیمی نظام کا ڈھانچہ تدریسی گھنٹوں کی بنیاد پر قائم ہوتا ہے، بارہ جماعتیں پڑھنے کے بعد مزید چار سال کی تعلیم کی تکمیل پر بی ای اور دو سال مزید پڑھنے پر ماسٹر کی ڈگری ملتی ہے۔

ان اٹھارہ سالوں میں ایک طالب علم روزانہ درس گاہ جاتا، لیکچر غور سے سنتا، نوٹس لیتا، اسائنمنٹس بناتا، پریزینٹیشن دیتا اور پھر اپنی قابلیت ثابت کرنے کے لئے امتحان کے عمل سے گذرتا ہے۔ ان جوانی کے قیمتی سالوں میں وہ دھوپ کی حدت جھیلتا، سردی کے تھپڑے برداشت کرتا، راتوں میں شب بیداری کرتا اور دن کے سیر سپاٹوں کو محدود رکھتا ہے، اس کے سامنے ایک روشن مستقبل ہے۔ اس کو پانے کی امنگ ہے، وہ ان تکالیف کو جھیلتا ہوا شاندار مستقبل کے تصور میں مگن آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔

چنانچہ وہ چلچلاتی دھوپ میں اپنے تخیلاتی دفتر کا کمرہ تصور میں لاتا، رت جگوں میں مستقبل کی پرسکون نیندوں کی امید رکھتا اور بسوں کے دھکوں میں عالیشان کار کے تنخیل سے محفوظ ہوتا ہے، اس کے ماں باپ، دوست احباب اور خیر خواہ اس کو دیکھتے، سراہتے اور اس کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اس دنیا میں کامیابی کا راز یہی محنت ہے۔ بالآخر یہ ۱۸، برس کی ٹریننگ اسے اس قابل بنادیتی ہے کہ وہ ایک اچھی ملازمت حاصل کر کے اپنے خوابوں کی تعبیر حاصل کر لے۔

ایک بندہ مومن کی جدوجہد بھی نوعیت کے اعتبار سے کچھ اسی سے ملتی جلتی ہے۔ اس کے سامنے بھی ایک واضح مقصد ہے اور وہ ہے اپنے رب کی رضامندی اور خوشنودی.. اس کا روشن مستقبل جنت کی شہریت کے حصول سے منسلک ہے۔

چنانچہ جب اسے شہوت تنگ کرتی ہے تو نفس کو لگام ڈالتا ہے، جب وہ بیماری و مشکل میں گرفتار ہوتا ہے تو صبر کرتا ہے۔ جب اسے کسی کامیابی کا سامنا ہوتا تو وہ اکڑنے کے بجائے شکر کرتے ہوئے اپنے رب کے سامنے جھک جاتا ہے۔ جب شیطانی محفلوں کی رنگ رلیاں اسے دعوت گناہ دیتیں تو وہ آنکھیں پھیر لیتا ہے، جب نفس کے تقاضے اسے بدگوئی پر مجبور کرتے تو وہ زبان کو قابو کر لیتا ہے۔ وہ اپنے ہر عضو، ظاہر اور باطن ہر شے کو اپنے مکمل کنٹرول میں رکھتا اور اپنے رب کی مرضی کے ماتحت کر دیتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اگر آج محنت نہ کی تو کل کی جنت ہاتھ سے نکل جائے گی۔

ایک نوجوان اس دنیا میں اعلیٰ مستقبل کے لئے تو اتنی محنت کرتا ہے لیکن حیران کن بات یہ ہے کہ وہ دوسری دنیا کے لئے کوئی محنت کرنے پر تیار نہیں.. وہ صبح فجر میں نہیں اٹھتا

چاہتا، وہ اپنی نگاہوں کو فحش مناظر سے نہیں بچاتا، وہ اپنی زبان کو گناہ کے کلام سے محفوظ نہیں رکھتا اور اپنے آپ کو نفس کے سپرد کر دیتا ہے۔ اس کے باوجود بھی وہ جنت کی تمنا رکھتا ہے بلکہ بسا اوقات تو وہ یہ تمنا بھی نہیں رکھتا اور پھر بھی یہ توقع رکھتا ہے کہ وہ دوسری دنیا میں کامیاب ہو جائے گا۔ اسے یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اگر اس دنیا میں کاغذ کے نوٹ محنت کے بغیر نہیں ملتے تو دوسری دنیا کی نعمتیں بھی اتنی سستی نہیں کہ محنت کے بغیر جھولی میں ڈال دی جائیں.... لہذا نیک اعمال کی جانب جلدی کیجئے کہ زندگی کے چراغ کے بارے میں کسی کو پتا نہیں کہ وہ کب بجھ جائے۔

(38) گھر کی تربیت

ایک شخص جنگل میں راستہ بھول گیا تھا وہ بھوک و پیاس کی حالت میں کسی ایسی جگہ کی تلاش میں تھا کہ کوئی گھریا کوئی جھونپڑی نظر آجائے تاکہ کم از کم کچھ کھانے کو مل جائے چنانچہ کچھ دیر بعد اس کو دور سے ایک گھر نظر آیا امید کی کرن نظر آئی وہ شخص جلدی جلدی اس گھر کے دروازے پر پہنچا دروازے پر دستک دی اندر سے ایک عورت نے کہا کون ہے اس شخص نے کہا میں مسافر ہوں اور بھوکا ہوں کچھ کھانے کی چیز مل جائے تو مہربانی ہوگی چنانچہ عورت نے اسے گھر میں داخل ہونے کی اجازت دی اور اسے کھانا پیش کیا وہ کھانے لگا کہ اس عورت کا شوہر جو کہ کسی کام سے کہیں گیا ہوا تھا واپس آگیا اس نے جب اس شخص کو دیکھا تو اپنی زوجہ سے پوچھا یہ کون ہے؟ اس نے بتایا کہ ایسے ایسے آیا ہے اور حاجت مند تھا میں نے اس کو کھانا کھلانے کے لئے یہاں پر رکنے کی اجازت دی ہے۔ اس کے شوہر نے کہا یہ کون ہوتا ہے جو ہمارے یہاں سے کچھ کھائے؟ چنانچہ اس نے مسافر کو ذلیل کرنے کے بعد گھر سے نکال دیا وہ پھر جنگل میں کسی

دوسرے سہارے کی تلاش میں چلنے لگا کچھ ہی دیر بعد اسے ویسا ہی دوسرا گھر نظر آ گیا چنانچہ اس نے وہاں پر آواز لگائی مسافر ہوں اللہ کی رضا کے لیے کچھ کھانا کھلا دیں وہاں سے بھی ایک عورت نکلی اس نے اس شخص کو ذلیل و خوار کر کے کہا کہ جاؤ یہاں سے، ہم کیوں دیں؟ وہ مسافر شرمندہ اور مایوس ہو کر جانے لگا کہ اس عورت کا شوہر آ گیا، اس نے اپنی زوجہ سے پوچھا کہ یہ کون ہے اور کیا کہہ رہا تھا؟ عورت نے کہا کہ ایسے ایسے کہہ رہا تھا میں نے کہا جاؤ اور پھر ہم کیوں کھلائیں کسی کو؟ یہ سن کر شوہر نے اس مسافر کو واپس بلایا گھر میں بٹھایا کھانا کھلایا وہ مسافر بہت حیران ہوا۔

اس نے اپنے میزبان سے کہا کہ مجھے یہ بات بہت پریشان کر رہی ہے کہ میں جس پہلے گھر میں گیا تھا تو وہاں پر مجھے عورت نے اچھی طرح سے کھانا پیش کیا اور مسافر کی طرح میری مدد کرنے کی کوشش کی مگر اس کے خاوند نے مجھے ذلیل کر کے بھگا دیا اور آپ کے یہاں آپ کی زوجہ محترمہ نے بالکل اسی شخص کے جیسا رویہ اختیار کیا اور بھگا دیا اور آپ نے اس عورت جیسا رویہ اختیار کیا۔ اس شخص نے کہا: پہلے تم جس گھر میں داخل ہوئے تھے وہ میری بہن ہے جس نے تمہیں کھانا کھانے کے لیے دیا اور وہ شخص جس نے تمہیں وہاں سے نکال دیا تھا وہ میری بیوی کا بھائی ہے۔ اور ان دونوں نے تمہارے ساتھ وہی سلوک کیا جو ان کی تربیت اور فطرت میں شامل تھا اور میں نے اور میری بہن نے تمہارے ساتھ وہی سلوک کیا جو ہماری تربیت اور فطرت میں ہے۔

اس حکایت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ہم اپنے گھر سے ہی اصل ادب و احترام سیکھتے ہیں جو ہمارے گھر کا کلچر ہوتا ہے اگر گھر میں بچوں کو ادب و احترام، حسن سلوک، صلہ رحمی، در

گزر، ایثار و قربانی اور نیکی کرنا سکھایا جائے تو عین ممکن ہے کہ بڑے ہو کر یہ بچے وہی کریں گے جو ان کو کرنا سکھایا گیا ہے۔

(39) ایک ماں کی تڑپ

ایک ڈاکٹر کا کہنا ہے میں ابھی مریضوں سے نمٹ ہی رہا تھا کہ اچانک وہ بچے کو اٹھائے بوکھلائی ہوئی میرے کلینک میں آئی، پھولی ہوئی سانسیں بتا رہی تھیں کہ پیدل آئی ہے، اپنے حلیے سے بھی بے نیاز لگتی تھی، بچے کو بیڈ پر لٹا کر تیزی سے میری طرف مڑی۔ اس کے کچھ کہنے سے پہلے میں جلدی سے اٹھا اور بچے کا معائنہ کرنے لگا، گلے میں انفیکشن کی وجہ سے اسے تیز بخار تھا جس کے سبب اس پر غنودگی طاری تھی۔ میں نے مکمل چیک اپ کے بعد اسے ضروری میڈیسن دی اور انجیکشن شامل کر کے ڈرپ لگا دی۔ اس تمام وقت وہ بے چینی سے بچے کے ارد گرد گھومتی رہی۔ میں نے اسے بولا: "اس کے قریب کرسی پر بیٹھ جاؤ، ڈرپ ختم ہونے تک ان شاء اللہ بچے کا بخار اتر جائے گا۔"

بیٹھ کر بھی اسے سکون نہ ملا، آیتیں پڑھ پڑھ کر اس پر دم کرتی رہی، بار بار اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھتی، اس کا منہ چومتی اور اپنے آنسو صاف کرتی رہی، تبھی میری نظر اس کے پاؤں پر پڑی جس سے خون رس رہا تھا، میں نے پوچھا، "تمہارے پاؤں کو کیا ہوا؟" جھک کر دیکھا اور بے دلی سے مسکرا کر بولی: "روڈ پر بہت رش تھا، سواری کے انتظار میں دیر ہو جاتی، اس لئے بھاگی چلی آئی" میرے گھر سے بہت دور تو نہیں ہے آپ کا کلینک! لیکن یہ خون؟ میں نے کہا، سر جھکا کر شرمندہ سی بولی، "گھر سے نکلتے ہوئے جوتی بدلنے کا خیال نہیں رہا، گلی کی ٹکڑ پر موچی بیٹھتا ہے نا، اس کی کوئی کیل اس پلاسٹک کی جوتی میں آگئی ہوگی"

پاؤں اٹھا کر دیکھا تو واقعی ایک بڑی کیل جوتی سے آر پار ہو گئی تھی جس نے اس کے تلوے میں اچھا خاصا زخم کر دیا تھا۔ میں نے نرس کو پاؤں صاف کر کے پٹی کرنے کو کہا، جب بچے کی حالت سنبھلی تو سکون اس کی روح میں سما گیا، اسے اٹھا کر جانے لگی تو میں نے کہا: "تمہارے پاؤں میں اتنا گہرا زخم ہے، درد نہیں ہو رہا کیا؟"

بچے کو سینے سے لگا کر چومتے ہوئے بولی: "ڈاکٹر صاحب! درد جب دل میں ہو تو پاؤں میں کہاں رہتا ہے۔"

کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے: سخت سردی تھی اور میری ناک میں پانی چلنا شروع ہو گیا میں نے جب یہ پانی بیوی کی چادر سے صاف کیا تو اس نے کہا: چادر گندی کر دی۔ اور جب میں نے ماں کی چادر سے ناک صاف کیا تو ماں نے کہا: یہ چادر گندی ہے میں تجھے صاف کپڑا دیتی ہوں۔

یقیناً ماں، ماں ہوتی ہے کسی شاعر نے کیا ہی خوب لکھا ہے:
موت کی آغوش میں جب تھک کے سو جاتی ہے ماں
تب کہیں جاکر رضا تھوڑا سکوں پاتی ہے ماں
روح کے رشتوں کی یہ گہرائیاں تو دیکھئے
چوٹ لگتی ہے ہمارے اور تڑپ جاتی ہے ماں
جانے کتنی برف سی راتوں میں ایسا بھی ہوا
بچہ تو چھاتی پے ہے گیلے میں سو جاتی ہے ماں

بھوکا سونے ہی نہیں دیتی تیتیموں کو کبھی
 جانے کس کس سے کہاں سے مانگ کر لاتی ہے ماں
 ہڈیوں کا رس پلا کر اپنے دل کے چین کو
 کتنی ہی راتوں کو خالی پیٹ سوجاتی ہے ماں
 ماردیتی ہے طمانچہ گر کبھی جذبات میں
 چومتی ہے لب کبھی رخسار سہلاتی ہے ماں
 کب ضرورت ہو مری بچے کو اتنا سوچ کر
 جاگتی رہتی ہے ممتا اور سوجاتی ہے ماں
 دیر ہو جاتی ہے گھر آنے میں اکثر جب ہمیں
 ریت پہ مچھلی ہو جیسے ایسے گھبراتی ہے ماں
 مرتے دم بچہ نہ آئے گھر اگر پردیس سے
 اپنی دونوں پتلیاں چوکھٹ پہ رکھ جاتی ہے ماں
 اپنے پہلو میں لٹا کر روز طوطے کی طرح
 ایک بارہ پانچ چودہ ہم کو رٹواتی ہے ماں

(40) سلام کرنا کبھی مت بھولنا

ایک لڑکا تھا جس کا نام تھا علی۔ علی بہت اچھا لڑکا تھا، لیکن اس کی ایک بری عادت تھی
 اور وہ یہ کہ وہ سلام نہیں کرتا تھا۔ ایک دن دوپہر کو جب وہ اسکول سے واپس آ رہا تھا تو اپنے گھر
 کے پاس ایک دکان پر گیا اور دکاندار سے بولا: احمد چچا! مجھے ایک چپس کا پیکٹ اور غبارے چاہئے

۔ احمد چچا نے اس پر ایک نظر ڈالی اور بولے: علی تم نے سلام کیوں نہیں کیا؟ تم کب سے اتنے بے ادب ہو گئے ہو؟ جبکہ اب تم بڑے بھی ہو گئے ہو تو پھر کیوں اپنے سے بڑوں کو سلام نہیں کرتے؟ میرے پاس تمہارے جیسے بے ادب بچوں کے لئے کچھ نہیں ہے، نہ چپس ہے اور نہ ہی غبارے۔

علی اس واقعہ سے بڑا غمگین ہو گیا۔ دکان سے باہر آ گیا اور سیدھا گھر کی طرف چلا گیا۔ شام کو جب موسم کچھ ٹھنڈا ہوا اور علی نے اپنا اسکول کا کام تمام کر لیا تو گھر سے باہر آیا اور اپنے دوست ہادی کے گھر گیا۔ وہاں اس نے جب دروازے پر دستک دی تو ہادی کی والدہ نے دروازہ کھولا۔ علی نے کہا! ہادی سو رہا ہے یا جاگ رہا ہے۔ اس سے کہہ دیجئے کہ فٹ بال لیتا آئے۔ ہادی کی والدہ علی کے اس رویہ سے بہت ناراض ہو گئیں اور بولیں! جس بچہ کو سلام کرنا نہ آتا ہو وہ میرے بیٹے کا دوست نہیں ہو سکتا اور یہ کہہ کر گھر کے دروازے کو بند کر دیا۔

علی اس واقعہ سے ایک بار پھر کافی غمگین ہو گیا اور اپنے گھر واپس آ گیا۔ علی کی والدہ نے جب اسے غمگین دیکھا تو اس سے پوچھا تم کیوں اتنا زیادہ غمگین ہو؟ تب علی نے اپنی والدہ کو ساری بات بتائی۔ علی کی والدہ نے اس سے کہا: دیکھو بیٹا علی! کبھی اپنے سے بڑوں کو سلام کرنا مت بھولنا اور اگر تم بڑوں کو سلام کرو گے تو سب کہیں گے علی کتنا اچھا بچہ ہے۔

شام میں علی کی والدہ نے اسے پیسے دیئے اور کہا: علی جاؤ روٹی کی دکان سے دو عدد روٹی لے آؤ، لیکن روٹیاں گرم اور تازہ لانا۔ جب علی گھر سے باہر روٹی لانے کے لئے نکل رہا تھا تبھی اس کی ماں نے اس سے کہا: بیٹا علی! دیکھو سلام کرنا مت بھولنا۔ علی روٹی کی دکان پر گیا تبھی اسے ماں کی سلام کرنے والی بات یاد آئی اور اس نے دکاندار سے کہا۔ شاکر چچا السلام علیکم۔

شاکر چچا نے علی کو پیار بھری نظروں سے دیکھا اور جواب دیا وعلیکم السلام بیٹے علی! کیسے ہو؟ علی خوش ہوا اور بولا: شاکر چچا مجھے روٹیاں چاہیئے۔ شاکر چچا نے کہا کریم! جاؤ اچھے اور با ادب بچے کے لئے دو گرم گرم روٹی لیتے آؤ۔ اور اس طرح علی نے عہد کیا کہ اب وہ سبھی کو سلام کرے گا اور اپنے بڑوں کا احترام کرے گا...!

(41) ایک عجیب و غریب مزا حبیہ اور علمی قصہ!

امام جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے قاضی انطاکیہ کا ایک عجیب واقعہ نقل کیا ہے کہ وہ ایک دن اپنے کھیتوں کو دیکھنے شہر سے نکلے تو شہر کے باہر ایک چور نے دھر لیا۔ چور نے کہا کہ جو کچھ ہے میرے حوالے کر دیجئے ورنہ میری طرف سے سخت مصیبت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ قاضی نے کہا: خدا تیرا بھلا کرے۔ میں عالم آدمی ہوں اور دین میں اس کی عزت کا حکم دیا گیا ہے ساتھ میں قاضی شہر بھی ہوں لہذا مجھ پر رحم کر۔

چور نے کہا: الحمد للہ! ایسا شخص جو بیچارہ فقیر نادار ہو اور اپنا نقصان پورا نہ کر سکے کے بجائے آج ایک ایسے شخص کو اللہ نے میرے قابو میں دیا ہے کہ اگر اس کو میں لوٹ بھی لوں تو شہر واپس جا کر اپنا نقصان پورا کر سکتا ہے۔ قاضی نے کہا: خدا کے بندے تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی یہ حدیث نہیں سنی کہ دین وہ ہے جسے اللہ نے مقرر کیا اور مخلوق سب اللہ کے بندے ہیں اور سنت وہی ہے جو میرا طریقہ ہے۔ پس جس نے میرا طریقہ چھوڑ کر کوئی بدعت ایجاد کی تو اس پر اللہ کی لعنت۔

چور نے کہا: میری جان! یہ حدیث مرسل ہے (جو شوافع کے ہاں حجت نہیں) اور بالفرض اس حدیث کو درست بھی مان لیا جائے تو آپ کا اس ”چور“ کے بارے میں کیا خیال ہے

جو بالکل ”قلاش“ ہو فاقوں نے اس کے گھر میں ڈیرے ڈال دیئے ہوں اور ایک وقت کے کھانے کا بھی کوئی آسرا نہ ہو؟ ایسی صورت میں ایسے شخص کے لئے آپ کا مال بالکل پاک و حلال ہے کیونکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرمایا کہ دنیا اگر محض خون ہوتی تو مومن کا اس میں سے کھانا حلال ہوتا۔

نیز علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر آدمی کو اپنے یا اپنے خاندان کے مارے جانے کا خوف ہو تو اس کے لئے دوسرے کا مال حلال ہے۔ اور اللہ کی قسم میں اسی حالت سے گزر رہا ہوں لہذا شرافت سے سارا مال میرے حوالے کر دو۔

قاضی نے کہا: اچھا اگر معاملہ ایسا ہی ہے تو مجھے اپنے کھیتوں میں جانے دو وہاں میرے غلام و خادم نے آج جو اناج بیچا ہو گا اس کا مال میں ان سے لے کر واپس آکر آپ کے حوالے کر دیتا ہوں۔ چور نے کہا: ہر گز نہیں۔ ایک دفعہ میرے ہاتھ سے نکل جانے کے بعد آپ دوبارہ واپس نہیں لوٹیں گے۔ قاضی نے کہا: میں آپ کو قسم دینے کو تیار ہوں کہ ان شاء اللہ میں نے جو وعدہ آپ سے کیا ہے اسے پورا کروں گا۔ چور نے کہا: مجھے حدیث بیان کی مالک رحمۃ اللہ علیہ نے انہوں نے نافع سے سنی انہوں نے عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ: یمین المکرہ لا تلزم (یعنی مجبور کی قسم کا اعتبار نہیں) اور مجبوری کی حالت میں جب کلمہ کفر بولنے کی اجازت ہے تو جھوٹی قسم بھی کھائی جاسکتی ہے۔ لہذا فضول بحث سے پرہیز کریں اور جو کچھ ہے آپ کے پاس میرے حوالے کر دیں۔

قاضی اس پر لاجواب ہو گیا اور اپنی سواری، مال کپڑے سوائے شلوار کے اس کے حوالے کر دیا۔ چور نے کہا: شلوار بھی اتار کر دیں۔ قاضی نے کہا: اللہ کے بندے نماز کا وقت

ہو چکا ہے۔ اور بغیر کپڑوں کے نماز جائز نہیں، نیز شلوار حوالے کرنے پر میری بے پردگی ہوگی جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص ملعون ہے جو اپنے بھائی کے ستر کو دیکھے۔ چور نے کہا: اس کا آپ غم نہ کریں کیونکہ ننگے حالت میں آپ کی نماز بالکل درست ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ہم سے حدیث بیان کی وہ روایت کرتے ہیں نافع رحمۃ اللہ علیہ سے وہ عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ سے کہ: ننگے کھڑے ہو کر نماز پڑھیں اور ان کا امام بیچ میں کھڑا ہو۔ نیز امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بھی ننگے کی نماز کے جواز کے قائل ہیں مگر ان کا فتویٰ یہ ہے کہ کھڑے ہو کر نہیں پڑھیں گے بلکہ متفرق متفرق پڑھیں گے اور اتنی دور دور پڑھیں گے کہ ایک دوسرے کے ستر پر نظر نہ پڑے۔ جبکہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ یہ ہے کہ کھڑے ہو کر نہیں بلکہ بیٹھ کر پڑھیں۔

اور ستر پر نظر پڑنے والی جو روایت آپ نے سنائی اول تو وہ سنداً درست نہیں اگر مان بھی لیں تو وہ حدیث اس پر محمول ہے کہ کسی کے ستر کو شہوت کی نگاہ سے دیکھا جائے۔ اور فی الوقت ایسی حالت نہیں اور آپ تو کسی صورت میں بھی گناہ گار نہیں کیونکہ آپ حالت اضطراب میں ہے خود بے پردہ نہیں ہو رہے ہیں بلکہ میں آپ کو مجبور کر رہا ہوں۔ لہذا یعنی بحث مت کریں اور جو کہہ رہا ہوں اس پر عمل کریں۔

قاضی نے یہ سن کر کہا کہ خدا کی قسم قاضی اور مفتی تو تجھے ہونا چاہتے ہیں تو جھک مار رہے ہیں۔ جو کچھ تجھے چاہئے لے پکڑ۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ اور یوں چور سب کچھ لے کر فرار

ہو گیا۔ (کتاب الاذکیاء، لابن الجوزی، ص ۳۸۹)

(42) سورہ یاسین کا کمال

ایک مرتبہ امام ناصر الدین بستی رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہوئے اور اس بیماری میں آپ کو مرض سکتہ ہو گیا اعزاء و اقرباء نے آپ کو مردہ تصور کر کے دفن کر دیا، رات کے وقت آپ کو ہوش آیا خود کو مدفون دیکھا سخت متحیر ہوئے اس حیرت و پریشانی و اضطراب میں آپ کو یاد آیا کہ جو شخص حالت پریشانی میں چالیس مرتبہ سورہ یسین پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اضطراب کو دفع کرتا ہے اور تنگی فراخی سے بدل جاتی ہے چنانچہ آپ نے سورہ یسین پڑھنی شروع کی ابھی انتالیس مرتبہ پڑھ چکے تھے کہ ایک کفن چور نے کفن چرانے کی نیت سے آپ کی قبر کھودی، امام نے اپنی فراست سے معلوم کیا کہ یہ کفن چور ہے چالیسویں مرتبہ آپ نے بہت دھیمی آواز سے پڑھنا شروع کیا کہ دوسرا شخص نہ سن سکے ادھر آپ نے چالیسویں مرتبہ پورا کیا ادھر کفن چور بھی اپنا کام پورا کر چکا تھا آپ اٹھ کر قبر سے باہر آئے کفن چور اس قدر ڈرا کہ اس کا دل پھٹ گیا اور چل بسا امام ناصر الدین کو خیال ہوا کہ اگر میں فوراً شہر چلا جاؤں تو لوگوں کو سخت پریشان و حیرت و ہیبت ہوگی پس آپ رات کو شہر میں گئے اور ہر محلہ کے دروازے کے آگے پکارتے تھے کہ میں ناصر الدین بستی ہوں تم لوگوں نے مجھے سکتہ کی حالت میں دیکھ کر غلطی سے مردہ تصور کیا اور دفن کر دیا میں زندہ ہوں اس واقعہ کے بعد امام ناصر الدین نے قرآن کریم کی تفسیر لکھی۔ (فوائد الفوائد مترجم ص ۱۳۹)

اسی طرح کا واقعہ چوتھی صدی ہجری کے مشہور عالم و ادیب علامہ بدیع الزمان کے ساتھ بھی پیش آیا کہ وہ بیمار تھے بیماری کے عالم میں ان پر سکتہ طاری ہوا لوگ سمجھے کہ انتقال کر گئے اس لیے ان کی تکفین و تجہیز کر دی گئی اور انہیں دفن کر دیا حالانکہ آپ زندہ تھے قبر میں

ہوش آیا تو چیخ پڑے لوگوں نے قبر دوبارہ کھولی تو آپ نے داڑھی ہاتھ سے پکڑ رکھی تھی اور قبر کی ہولناکی کی وجہ سے انتقال فرما گئے تھے۔ (وفیات الأعیان ج ۱ ص ۱۲۸)

(43) یہی آنسو چاہئے تھے

مرشد کے پاس ان کا ایک مرید آیا اور عرض کیا کہ حضور! میری طبیعت میں گداز نہیں ہے۔ کوئی ایسا معاملہ بتائیں تاکہ مسئلہ حل ہو جائے۔

مرشد نے کہا کہ تمہیں کچھ سال ریاضت کرنی پڑے گی، تمہارا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ اس نے پوچھا مجھے کیا کرنا پڑے گا؟ مرشد نے کہا: فلاں موسم میں فلاں علاقے میں ایک پھول کھلتا ہے، اس میں ایک یا دو قطرے عرق کے نکلتے ہیں۔ یہ شیشی لے جاؤ، اس کو بھر کے لاؤ۔

مرید چلا گیا، اسے شیشی کو بھرنے میں کئی سال لگ گئے۔ جب وہ شیشی بھر گئی تو وہ خوشی خوشی اپنے مرشد کے پاس جانے لگا۔ لیکن ابھی چلا ہی تھا کہ شیشی اس کے ہاتھ سے گر گئی اور محنت سے جمع کیا ہوا سارا عرق بہہ گیا۔

مرید رونے لگا۔ اسی دوران مرشد بھی آگئے۔ انہوں نے پوچھا کیا معاملہ ہے؟ اس نے جواب دیا میری برسوں کی ریاضت ضائع ہو گئی۔ جب مرشد نے یہ سنا تو مسکراتا شروع کر دیا۔ مرید نے پوچھا: حضور! میری ریاضت ضائع ہو گئی ہے اور آپ مسکرا رہے ہیں؟ انہوں نے آگے ہاتھ بڑھا کر اس کے چہرے سے آنسو لیے اور فرمانے لگے کہ یہ آنسو اس عرق سے کئی گنا قیمتی ہیں۔ مجھے یہی چاہئے تھے۔

(44) قاضی کا ایک عجیب و دلچسپ فیصلہ!!

ایک ریاست میں ایک بوڑھے شخص کو روٹی چوری کرتے پکڑا گیا، علاقے کے کچھ لوگ اسے پکڑ کر وقت کے قاضی (یعنی جج) کے پاس لے گئے، قاضی نے بوڑھے بابا سے کافی سوالات کئے۔ لیکن بابا نے کوئی جواب نہیں دیا، بالآخر قاضی نے فیصلہ یوں سنایا۔ باباجی روٹی چوری کرنے کے جرم میں ایک درہم تندور کے مالک کو بطور جرمانہ ادا کرے گا۔ یہ سنتے ہی لوگوں نے فاتحانہ نعرے لگانے شروع کئے۔ قاضی صاحب نے کہا کہ ٹھہرو ابھی فیصلہ کی دوسری قسط باقی ہے، سب لوگ سمجھے کہ اب شاید بابا کو قید کی سزا بھی ہوگی۔ لیکن قاضی کے فیصلہ نے سب کو حیرت میں ڈال دیا۔

قاضی نے گرجدار آواز میں فیصلہ سنایا کہ جتنے لوگ باباجی کو پکڑ کر لائے ہیں وہ سب اور جو لوگ باباجی کے گھر کے آس پاس تین گلیوں میں رہتے ہیں وہ سب ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو پچاس درہم باباجی کو بطور جرمانہ ادا کریں گے۔

لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو قاضی نے جواب دیا: نہ بابا کی عمر چوری کی ہے، نہ بابا پیشہ ور چور لگتے ہیں کیونکہ اگر چور ہوتے تو اپنی صفائی اچھے انداز سے پیش کرتے جیسا کہ چوروں کا دستور ہے۔ باباجی کو بھوک نے چوری تک پہنچایا ہے۔ اس کا سب سے بڑا سبب بابا کے پڑوسی ہیں۔ جنہوں نے کبھی بابا کی خبر نہ لی اس لئے بابا ایک روٹی کے چور ہیں جبکہ باباجی کا پورا محلہ انسانیت کا چور ہے۔

جو سزائیں نے سنائی ہے حقیقت میں تمہارا فریضہ تھا جو تم ادا نہ کر سکے اس لئے اس کو جرم کا نام دیا گیا۔

قاضی کے فیصلہ نے باباجی کے آنکھوں سے آنسو نکال دئے اور دیگر لوگوں کی گردن جھکا دی۔

(45) تقویٰ کی برکت

حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رَحْمَةُ اللّٰہِ الْعَزِیزِ کی نانی جان کا امیرُ الْمُؤْمِنِین، امامُ الْعَادِلِین، حضرت سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہو بننے کا واقعہ بھی بہت دلچسپ ہے۔ چنانچہ حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی رعایا کی خبر گیری و حاجت روائی کے لئے اکثر رات کے وقت مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً و تکریماً کا دورہ فرمایا کرتے تھے کہ کہیں کوئی مصیبت زدہ یا مظلوم مدد کا منتظر تو نہیں۔ حضرت سیدنا سلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک رات میں بھی دورے میں امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھک کر ایک جگہ بیٹھ گئے اور ایک مکان کی دیوار سے ٹیک لگالی۔ اچانک ایک آواز سنائے کو پیرتی ہوئی آپ کے کانوں سے ٹکرائی، بظاہر وہ کھسّر بھسّر ہی تھی مگر ماحول کی خاموشی کی وجہ سے صاف سنائی دے رہی تھی۔ اسی گھر میں ایک عورت اپنی بیٹی کو بیدار کرتے ہوئے کہہ رہی تھی: ”بیٹی! اٹھو اور دودھ میں تھوڑا سا پانی ملا دو۔“ کچھ وقفے کے بعد لڑکی کی آواز سنائی دی: ”امی جان! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ امیرُ الْمُؤْمِنِین نے یہ اعلان کر دیا ہے کہ کوئی بھی دودھ میں پانی نہ ملائے۔“ ماں نے کہا: اس وقت امیرُ الْمُؤْمِنِین اور اعلان کرنے والے تمہیں کہاں دیکھ رہے ہیں! جاؤ اور دودھ میں پانی ملا دو۔“ مگر بیٹی صاف انکار کرتے ہوئے کہنے لگی: امی جان! اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا کہ میں لوگوں کے سامنے تو امیرُ الْمُؤْمِنِین رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کی اطاعت گزاری کروں اور تنہائی میں نافرمانی!“ حضرت سیدنا اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ماں بیٹی کی گفتگو سُن کر مجھ سے فرمایا: ”اسلم! اس مکان کو اچھی طرح پہچان لو۔“ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساری رات اسی طرح گلیوں میں دورہ فرماتے رہے، جب صبح ہوئی تو مجھے اُس مکان کے مکینوں (یعنی رہنے والوں) کی معلومات کیلئے بھیجا۔ میں نے معلومات کی تو پتا چلا کہ اس گھر میں ایک بیوہ عورت اپنی کنواری بیٹی کے ساتھ رہتی ہے، میں نے بارگاہِ خلافت میں حاضر ہو کر اپنی کارکردگی پیش کر دی۔ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے تمام بیٹوں کو جمع کر کے دریافت فرمایا: ”کیا تم میں سے کوئی شادی کرنا چاہتا ہے؟“ حضرت سیدنا عبداللہ اور سیدنا عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عرض کی: ”ہم تو شادی شدہ ہیں۔“ لیکن تیسرے بیٹے حضرت سیدنا عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ شادی کے لئے راضی ہو گئے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس لڑکی کے گھر اپنے شہزادے سے شادی کے لئے پیغام بھیجا جو قبول کر لیا گیا، شادی خانہ آبادی ہو گئی، اللہ عزوجل کے کرم سے ان کے یہاں ایک خوش قسمت بیٹی پیدا ہوئی، پھر جب اُس کی شادی ہوئی تو اس کے بطن سے ”عمر ثانی“ یعنی حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ العزیز کی ولادت ہوئی۔

(سیرت ابن جوزی ص ۱۰) (عمر بن عبدالعزیز کی ۴۲۵ حکایات ص ۱۲-۱۵)

پیارے پیارے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے کہ دودھ میں پانی ملانے سے انکار کرنے والی خوش نصیب مُبلّغہ کو اس نیکی کا کیسا عُمدہ صلہ ملا کہ ایک طرف امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہو اور دوسری جانب عمر ثانی امیر المؤمنین

حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رَحْمَةُ اللہِ الْعَزِیزِ کی نانی ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

(46) عمر بن عبدالعزیز کا تقویٰ

لیث بن ابی رقیہ سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ مال فسی میں عنبر خوشبو لائی گئی۔ ماحول معطر ہو گیا۔ حضرت نے اسے ہاتھ لگا کر دیکھا، پھر منشی سے کہا کہ اسے بازار میں بیچ کر پیسے سرکاری خزانے میں جمع کرادو۔ اس دوران خوشبو سونگھنے کیلئے آپ نے ہاتھ ناک پر رکھے۔ فوراً ہی غلطی پر متنبہ ہوئے اور پانی منگو کر وضو کر لیا۔ یعنی ہاتھوں سے اس کی خوشبو بھی صاف کر لی۔ لیث نے پوچھا کہ حضرت آپ نے اسے استعمال تو نہیں کیا، صرف سونگھا ہی تو ہے، پھر بھی ہاتھ منہ دھونے کی کیا ضرورت؟ فرمایا: لیث! تعجب ہے تجھ پر، عنبر کا یہی تو فائدہ ہے کہ سونگھا جائے، اسے کھایا پیا تو نہیں جاتا۔ پھر آپ کے پاس مشک خوشبو لائی گئی۔ (ظاہر ہے مشک اور عشق چھپائے کہاں چھپتے ہیں) پھر ماحول معطر ہو گیا تو آپ نے ناک ہی ڈھانپ لی کہ سرکاری خوشبو بھی ناک میں داخل نہ ہو۔

عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بھی مشہور ہے کہ جب حکومتی امور نمٹا رہے ہوتے تو سرکاری چراغ جلاتے اور جب ذاتی کام کرنے لگ جاتے تو ذاتی چراغ جلاتے۔

(سیرۃ عمر بن عبدالعزیز ط - آخری المجلد 1: ص 39)

(47) رابعہ بصریہ کا تقویٰ

حضرت رابعہ بصریہ رَحْمَةُ اللہِ عَلَیْہَا مشہور ولیّہ ہیں، بڑی نیک، عبادت گزار تھیں، حضرت محمد بن عمرو رَحْمَةُ اللہِ عَلَیْہِ فرماتے ہیں: حضرت رابعہ بصریہ رَحْمَةُ اللہِ عَلَیْہَا کے گھر مبارک کا کل ساز و سامان 6 چیزیں تھیں: (1) ایک چٹائی (2) ایک مٹکا (3) ایک پیالہ اور (4) ایک موٹا اونٹنی کپڑا تھا، اسی پر آپ نماز پڑھا کرتیں اور اسی پر آرام فرماتی تھیں۔

(5-6) تقریباً 2 گز لمبی بانس کی کھوٹی تھی، جس پر کفن لٹکا رہا تھا۔

ایک مرتبہ حضرت سفیان ثوری رَحْمَةُ اللہ عَلَیْہ نے حضرت رابعہ بصریہ رَحْمَةُ اللہ عَلَیْہَا کی عُزْبَت اور تنگ حالی کو دیکھا تو عرض کیا: اے اُمّ عَمْرُو! میں آپ کی قابلِ رحم حالت دیکھ رہا ہوں، اگر آپ اپنے فلاں پڑوسی کے پاس جائیں تو وہ آپ کو ایسے حال پر نہ رہنے دے گا (یعنی وہ آپ کی مالی خدمت کو اپنے لئے باعثِ شرف سمجھے گا)۔ اس پر حضرت رابعہ بصریہ رَحْمَةُ اللہ عَلَیْہَا نے فرمایا: سفیان! تم نے میرے حال میں کیا کمی دیکھی! کیا میں مسلمان نہیں ہوں...؟ اسلام وہ عزت ہے جس کے ساتھ ذِلّت نہیں، اسلام وہ مالداری ہے جس کے ساتھ محتاجی نہیں، اسلام وہ محبت ہے، جس کے ساتھ وحشت نہیں۔ اللہ کی قسم! میں دُنیا کے حقیقی مالک (یعنی اللہ پاک) سے بھی دُنیا مانگتے حیا کرتی ہوں تو جو دُنیا کا مالک ہی نہیں (مثلاً مالدار لوگ) ان سے دُنیا کیسے مانگوں؟ (وفیات الاعیان، جلد: 1، صفحہ: 328)

خلیفہ کی پیش کش ٹھکرا دی

خلیفہ ہشام بن عبد الملک جب حج کرنے آیا تو کعبے میں داخل ہوتے ہی حضرت سیدنا سالم بن عبد اللہ رَضِیَ اللہ عَنْہُما پر اس کی نظر پڑی، آپ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا: کوئی حاجت ہو تو فرمائیے! آپ رَضِیَ اللہ عَنْہُ نے فرمایا: مجھے اللہ سے شرم آرہی ہے کہ میں اس کے گھر میں ہوتے ہوئے کسی اور سے سوال کروں۔ جب آپ باہر نکلے تو خلیفہ بھی پیچھے نکل پڑا اور کہنے لگا: اب تو آپ بیت اللہ شریف سے باہر نکل چکے ہیں، کوئی حاجت ہو تو فرمائیں؟ آپ رَضِیَ اللہ عَنْہُ نے فرمایا: دنیوی حاجت کا سوال کروں یا آخروی کا؟ ہشام نے کہا: دنیوی حاجت کا۔ یہ سن کر

آپ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ نے فرمایا: میں نے دنیا تو اس سے بھی نہیں مانگی جس کی یہ ملکیت ہے، بھلا اس شخص سے دنیا کیسے طلب کر سکتا ہوں جو اس کا مالک ہی نہیں؟

(البداية والنهاية، احداث سنة ست ومائة، ۶/۳۷۶)

(48) عربوں کی عادت

اہل عرب جب شادی بیاہ کرتے تھے تو قدیم رواج کے مطابق دعوت کی تقریب میں شامل مہمانوں کی تواضع کے لیے بھنے ہوئے گوشت کے ٹکڑے کو روٹی کے اندر لپیٹ کر پیش کرتے تھے۔ اگر کسی تقریب میں گھر کے سربراہ کو پتا چلتا کہ اس شادی میں شریک افراد کی تعداد دعوت میں تیار کئے گئے گوشت کے ٹکڑوں کی تعداد سے زیادہ ہے یا زیادہ ہو سکتی ہے تو وہ کھانے کے وقت دو روٹیاں (گوشت کے بغیر) ایک دوسرے کے ساتھ لپیٹ کر اپنے اہل خانہ، رشتہ داروں اور انتہائی قریبی دوستوں میں تقسیم کرتے جبکہ گوشت روٹی کے اندر لپیٹ کر صرف باہر سے آئے ہوئے اجنبیوں کو پیش کیا جاتا تھا۔

ایسے ہی ایک بار غریب شخص کے یہاں شادی کی تقریب تھی جس میں اس شخص نے دعوت کے دن احتیاطاً بغیر گوشت کے روٹی کے اندر روٹی لپیٹ کر اپنے گھر والوں، رشتہ داروں اور متعدد قریبی قابل بھروسہ دوستوں کو کھانے میں پیش کی تاکہ اجنبیوں کو کھانے میں روٹی کے ساتھ گوشت مل سکے اور کسی بھی قسم کی شرمندگی سے بچا جاسکے۔

جنہیں صرف روٹی ملی تھی تو انہوں نے ایسے کھانا شروع کر دیا گویا اس میں گوشت موجود ہے، سوائے اُس کے ایک انتہائی قریبی رشتہ دار کے اس نے روٹی کھولی گھر کے سربراہ کو

بلایا اور غصے سے بلند آواز میں اس سے کہا، "اے عبداللہ کے باپ یہ کیا مذاق ہے یہ روٹی تو گوشت کے بغیر ہے میں تو آج کے دن ہر گز یہ نہیں کھاؤں گا"

غریب شخص نے تحمل سے سنا اور مسکرا کر جواب دیا، "اجنبیوں کا مجھ پر حق ہے کہ میرے دسترخوان پر انہیں ہر حال میں گوشت پیش کیا جائے" یہ لیجئے گوشت کا ٹکڑا اور معافی چاہتا ہوں مجھ سے غلطی ہوئی میں آپ کو اپنے اہل خانہ میں شمار کر رہا تھا۔

حکمت: ہمارے موجودہ دور میں، ہم بہت سارے لوگوں پر بھروسہ کرتے ہیں، ان کو گھر کے فرد جیسا سمجھتے ہوئے یہ یقین رکھتے ہیں کہ یہ مشکل وقت میں ہمارے شانہ بشانہ کھڑے ہوں گے، ہماری پیٹھ پیچھے ہماری عزت کی حفاظت کرتے ہوئے ہر حال میں وفاداری نبھائیں گے۔ لیکن عین ضرورت کے وقت ہمارے اندازے غلط ثابت ہو جاتے ہیں اس لیے "اس بات کو یقینی بنائیں کہ کون سی روٹی کون سے بندے کو دینی ہے۔"

(49) ایک سچی حقیقت

ایک بوڑھا آدمی عدالت میں داخل ہوا تاکہ اپنی شکایت (یعنی مقدمہ) قاضی کے سامنے پیش کرے۔ قاضی نے پوچھا: آپ کا مقدمہ کس کے خلاف ہے؟ اس نے کہا اپنے بیٹے کے خلاف۔ قاضی حیران ہوا اور پوچھا کیا شکایت ہے، بوڑھے نے کہا: میں اپنے بیٹے سے اس کی استطاعت کے مطابق ماہانہ خرچہ مانگ رہا ہوں، قاضی نے کہا یہ تو آپ کا اپنے بیٹے پر ایسا حق ہے کہ جس کے دلائل سننے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

بوڑھے نے کہا: قاضی صاحب! اس کے باوجود کہ میں مالدار ہوں اور پیسوں کا محتاج نہیں ہوں، لیکن میں چاہتا ہوں کہ اپنے بیٹے سے ماہانہ خرچہ وصول کرتا رہوں۔ قاضی حیرت

میں پڑ گیا اور اس سے اس کے بیٹے کا نام اور پتہ لے کر اسے عدالت میں پیش ہونے کا حکم جاری کیا۔ بیٹا عدالت میں حاضر ہوا تو قاضی نے اس سے پوچھا کیا یہ آپ کے والد ہیں؟ بیٹے نے کہا: جی ہاں! یہ میرے والد ہیں۔ قاضی نے کہا انہوں نے آپ کے خلاف مقدمہ دائر کیا ہے کہ آپ ان کو ماہانہ خرچہ ادا کرتے رہیں چاہے کتنا ہی معمولی کیوں نہ ہو۔

بیٹے نے حیرت سے کہا: وہ مجھ سے خرچہ کیوں مانگ رہے ہیں جبکہ وہ خود بہت مالدار ہیں اور انہیں میری مدد کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ قاضی نے کہا: یہ آپ کے والد کا تقاضا ہے اور وہ اپنے تقاضے میں آزاد اور حق بجانب ہیں۔ بوڑھے نے کہا: قاضی صاحب! اگر آپ اس کو صرف ایک دینار ماہانہ ادا کرنے کا حکم دیں تو میں خوش ہو جاؤں گا، بشرطیکہ وہ یہ دینار مجھے اپنے ہاتھ سے ہر مہینے بلاتاخیر اور بلا واسطہ دیا کرے۔ قاضی نے کہا: بالکل ایسا ہی ہو گا یہ آپ کا حق ہے، پھر قاضی نے حکم جاری کیا کہ "فلان ابن فلان اپنے والد کو تاحیات ہر ماہ ایک دینار بلاتاخیر اپنے ہاتھ سے بلا واسطہ دیا کرے گا"

کمرہ عدالت چھوڑنے سے پہلے قاضی نے بوڑھے باپ سے پوچھا کہ اگر آپ برانہ مانیں تو مجھے بتائیں کہ آپ نے دراصل یہ مقدمہ دائر کیوں کیا تھا؟ جبکہ آپ مالدار ہیں اور آپ نے بہت ہی معمولی رقم کا مطالبہ کیا؟ بوڑھے باپ نے روتے ہوئے کہا، قاضی محترم! میں اپنے اس بیٹے کو دیکھنے کے لئے ترس رہا ہوں، اور اس کو اس کے کاموں نے اتنا مصروف کیا ہے کہ میں ایک طویل زمانے سے اس کا چہرہ نہیں دیکھ سکا ہوں جبکہ میں اپنے بیٹے کے ساتھ شدید محبت رکھتا ہوں۔ اور ہر وقت میرے دل میں اس کا خیال رہتا ہے یہ مجھ سے بات تک نہیں کرتا حتیٰ کہ

ٹیلیفون پر بھی، اس مقصد کے لئے کہ میں اسے دیکھ سکوں چاہے مہینہ میں ایک دفعہ ہی سہی، میں نے یہ مقدمہ درج کیا ہے۔

یہ سن کر قاضی بے ساختہ رونے لگا اور ساتھ دوسرے بھی، اور بوڑھے باپ سے کہا: اللہ کی قسم اگر آپ پہلے مجھے اس حقیقت سے آگاہ کرتے تو میں اس کو جیل بھیجتا اور کوڑے لگواتا۔ بوڑھے باپ نے مسکراتے ہوئے کہا: "سیدی قاضی! آپ کا یہ حکم میرے دل کو بہت تکلیف دیتا۔"

کاش! بیٹے جانتے کہ ان کے والدین کی دلوں میں ان کی کتنی محبت ہے، اس سے پہلے کہ وقت گزر جائے اپنے والدین کو وقت و محبت دے کر خوش کر لیں۔

(50) مجھے نیک انسان بنا میرے مولا!

کسی زمانے میں ایک چور تھا، وہ ایک بادشاہ کے محل میں چوری کرنے کے ارادے سے گیا، رات کا وقت تھا اور محل کے ایک کمرے سے بادشاہ اور اس کی بیوی کی گفتگو کی آواز آرہی تھی، وہ کھڑے ہو کر سننے لگا، اگرچہ ایسا سُنا غلط ہے، ناجائز ہے، چوری ہے، لیکن چور تو چوری ہی کرنے آیا تھا تو اسے سننے میں کیا چیز مانع ہوتی؟

آخر وہ چور ہی تو تھا، اس چور نے سنا کہ بادشاہ اپنی بیوی سے کہہ رہا ہے کہ میں اپنی بیٹی کی شادی ایسے آدمی سے کروں گا جو نہایت متقی و پرہیزگار ہو، بہت اللہ والا ہو، جب چور یہ بات سُن رہا تھا تو اس کے دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ میں کچھ ایسا بن کر دکھاؤں کہ بادشاہ میرے ہی ساتھ شہزادی کی شادی کر دے، دل میں ایک حرص پیدا ہو گئی، اب وہ چوری کرنا تو بھول گیا

لیکن دھوکہ دینے پر اتر آیا اور گھر جا کر بہت دیر تک سوچنے لگا کہ کس طرح میں اس بات میں کامیاب ہو سکتا ہوں؟

پھر ایک تدبیر اس کی سمجھ میں آئی کہ بادشاہ کے محل کے قریب ایک مسجد ہے، اس میں جا کر بزرگانہ لباس پہن کر اور ان کی وضع قطع اختیار کر کے وہاں دن رات عبادت میں مشغول ہو کر بیٹھ جاؤں تو شاید یہ بات بادشاہ تک ضرور پہنچے گی کہ کوئی آدمی یہاں ایسا متقی پرہیزگار ہے جو دن رات اللہ کی عبادت میں مصروف ہے، تو ہو سکتا ہے کہ بادشاہ کی نگاہ میرے اوپر پڑ جائے اور میں شہزادی سے شادی کے لئے چن لیا جاؤں، یہ اس چور کا ایک نہایت حقیر اور ذلیل دنیاوی مقصد تھا، جس کے لئے اس نے یہ ارادہ کیا، پھر اس نے اپنے پروگرام کے مطابق بزرگانہ لباس و پوشاک، وضع قطع اختیار کر کے اس مسجد میں جا کر نمازوں پر نمازیں، ذکر و تلاوت، مراقبہ سب شروع کر دیا، دن گزرتے رہے اور لوگوں میں شہرت ہوتی گئی کہ کوئی اللہ کے بہت بڑے ولی یہاں آگئے ہیں جو دن رات عبادت کرتے ہیں، یہاں تک کہ یہ بات بادشاہ تک پہنچ گئی کہ یہاں کوئی اللہ والے آکر بیٹھے ہیں، جو ان، زہد و عبادت میں لاجواب، تقویٰ و طہارت میں بے نظیر، جب بادشاہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے اپنے ارادے کے مطابق غور و فکر شروع کر دیا کہ شہزادی کے متعلق جو سوچا تھا اس کے لئے اسی کا انتخاب کیوں نہ کر لیا جائے، بادشاہ نے اس سلسلے میں گفتگو کے لئے اپنے وزیر کو بھیجا، وزیر اس شخص کے پاس مسجد پہنچا اور بادب ہو کر اس سے کہا کہ میں آپ کی خدمت عالیہ میں بادشاہ کی طرف سے ایک پیغام لے کر آیا ہوں، اس نے پوچھا کہ کیا پیغام ہے؟

وزیر نے بتایا کہ بادشاہ نے کئی سال پہلے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح ایک ایسے شخص سے کریں گے جو بڑا متقی و پرہیزگار ہو، اللہ والا ہو اور وہ اس کی تلاش میں تھے، اب جو نظر گئی تو نظر انتخاب آپ پر آکر رک گئی ہے، لہذا بادشاہ نے مجھے بھیجا ہے کہ اس سلسلے میں آپ سے گفتگو کروں، یہ شخص جو دراصل اسی تمنا و آرزو میں یہاں آکر بیٹھا تھا بہت دیر تک وزیر کی گفتگو سنتا رہا، اس کے بعد اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، وزیر نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ تو کہنے لگا: کہ آج جو پیغام لے کر آپ آئے ہیں یہ پیغام مجھے منظور نہیں ہے، وزیر نے کہا: کیوں منظور نہیں؟ اس شخص نے کہا کہ دیکھئے میں صاف صاف بات آپ کو بتاتا ہوں کہ میں اصل میں ایک چور تھا اور ایک مرتبہ بادشاہ کے محل میں چوری کے ارادے سے گیا تھا، پھر جو کچھ بھی ہوا وزیر کو سنایا، اور اس کے بعد اس چور نے کہا: میں نے تو یہ وضع قطع اسی حرص کی وجہ سے اختیار کی تھی لیکن میں یہاں آکر بیٹھا تو میرے خدا نے مجھے اپنا بنالیا، اب بس اس کے بعد مجھے اور کسی کی ضرورت نہیں میرے لئے میرا خدا کافی ہے۔

بیشک! جب عبادت عبادت ہو جائے، نماز نماز ہو جائے، ذکر ذکر ہو جائے اور ہماری دیگر عبادتیں واقعی عبادتیں ہو جائیں تو بیشک یہ نمازیں اور عبادتیں انسان کو برائیوں سے روک دیتی ہیں۔

(51) ایک کپ کافی

ایک شخص کا کہنا ہے کہ ہم اٹلی کے شہر وینس کے ایک نواحی قصبے کے مشہور کافی شاپ پر بیٹھے ہوئے کافی سے لطف اندوز ہو رہے تھے کہ اس کافی شاپ میں ایک گاہک داخل ہوا جو ہمارے ساتھ والی میز کو خالی پا کر بیٹھ گیا۔ اس نے بیٹھے ہی نوکر کو آواز دی اور اپنا آرڈر اس

طرح دیا ”دو کپ کافی لاؤ اور اس میں سے ایک وہاں دیوار پر“ ہم نے اس شخص کے اس انوکھے آرڈر کو دلچسپی سے سنا۔ نو کرنے آرڈر کی تعمیل کرتے ہوئے محض ایک کافی کپ اس کے سامنے لا کر رکھ دی۔ اُس نے کافی کا وہ کپ پیا مگر پیسے دو کے ادا کیے۔

اس گاہک کے جاتے ہی نو کرنے دیوار پر جا کر ایک ورق چسپاں کر دیا جس پر لکھا تھا ایک کپ کافی۔ ہمارے وہاں بیٹھے بیٹھے دو گاہک اور آئے جنہوں نے تین کپ کافی کا آرڈر دیا، دو ان کی میز پر اور ایک دیوار پر، انہوں نے دو ہی کپ پیئے مگر تین کپ کی ادائیگی کی اور چلتے بنے۔ ان کے جانے کے بعد بھی نو کرنے وہی کیا، دیوار پر ایک اور ورق چسپاں کر دیا جس پر لکھا تھا ایک کپ کافی۔ ایسا لگتا تھا یہاں ایسا ہونا معمول ہے مگر ہمارے لیے یہ سب کچھ انوکھا اور ناقابل فہم تھا۔ کچھ دیر بعد ایک شخص اندر داخل ہوا جس کے کپڑے اس کافی شاپ کی حیثیت اور یہاں کے ماحول سے قطعی میل نہیں کھا رہے تھے۔ غربت اس شخص کے چہرے سے عیاں تھی۔ اس شخص نے بیٹھے ہی پہلے دیوار کی طرف دیکھا اور پھر نو کر کو بلایا اور کہا: ”ایک کپ کافی دیوار سے لاؤ“۔ نو کرنے اپنے روایتی احترام اور عزت کے ساتھ اس شخص کو کافی پیش کی جسے پی کر یہ شخص بغیر پیسے دیے چلتا بنا۔ ہم یہ سب کچھ حیرت سے دیکھ رہے تھے کہ نو کرنے دیوار پر لگے پرچوں میں سے ایک پرچہ اتار کر کونٹر کے اندر رکھ دیا، اب ہمارے لیے اس بات میں کچھ چھپا نہیں رہ گیا تھا، ہمیں سارے معاملے کا پتا چل گیا تھا۔

اس قصبے کے باسیوں کی اس عظیم الشان اور اعلیٰ انسانی قدر نے ہماری آنکھوں کو آنسوؤں سے تر کر دیا تھا اور ہم سوچنے لگے کہ کیا ہمارے پیارے ملک میں ایسا ہو سکتا ہے؟

(52) ایک مہینے سے کھیر کھا رہی ہوں

ٹیوب ویل کے گرد گاؤں کی کچھ عورتیں کپڑے دھورہی تھیں کہ ایک عورت نے دوسری سے پوچھ لیا کہ آج کیا کھایا؟ اُس نے جواب دیا: "کوئی ایک مہینہ پہلے کھیر کی دیگ اتاری تھی، اس دن سے روزانہ کھیر ہی کھا رہی ہوں"۔ ایک عورت کے کان میں یہ بات پڑی تو اس نے سوچا میں بھی ایسا ہی کرتی ہوں کھیر ویسے بھی اس کی پسندیدہ ڈش تھی، چنانچہ اس نے گھر پہنچتے ہی کھیر کی دیگ اتارنے کا پروگرام بنایا، وہ کھیر کی دیگ سب سے چھپ کر مہینہ بھرا کیلی کھانا چاہتی تھی لہذا اس نے دیگ پکا کر "ٹوڑی" والے کمرے میں چھپا دی، پہلے دن کھیر کھائی، دوسرے دن بھی کھائی، مگر تیسرے دن اس میں سے بُو آنے لگی مجبوراً بھری دیگ ضائع کرنی پڑی۔ اگلے دن پھر سے وہ ٹیوب ویل پہنچی تو کپڑے دھوتے ہوئے کسی عورت نے اسی عورت سے پوچھ لیا کہ آج کیا کھایا؟ تو اس نے وہی جواب دیا: "ایک ماہ سے ہر روز کھیر کھا رہی ہوں" وہ اس کے پاس گئی اور حیرانی سے کہنے لگی "بہن میں نے تو دو دن کھائی تیسرے دن اتنی شدید بدبو آنے لگی کہ مجبوراً ضائع کرنا پڑی، تمہاری ہمت ہے جو ایک ماہ سے کھائے جا رہی ہو"

وہ عورت اس کی بات سن کر ہنس پڑی اور کہنے لگی: "میں نے ایک ماہ پہلے کھیر کی دیگ اتروا کر محلے کے ہر گھر میں بانٹ دی تھی، اس کے بعد سے روزانہ جس کسی گھر میں کھیر پکتی ہے وہ میرے گھر بھی بھجوا دیتا ہے، اس طرح ہر روز کھیر کھاتی ہوں"

لہذا بانٹنا سیکھیں کہ بانٹنے سے بظاہر چیز ختم ہوتی ہے مگر بالیقین وہ بڑھتی رہتی ہے اور کبھی ختم نہیں ہوتی مزید لوگوں کے درمیان عزت مفت میں ملتی ہے۔

(53) جنرل اور چرواہا

یہ 1917ء کی بات ہے عراق کے پہاڑوں میں برطانوی جنرل کا ایک چرواہے سے سامنا ہوا۔ جنرل چرواہے کی طرف متوجہ ہوا اور اپنے مترجم سے کہا ان سے کہہ دو کہ جنرل تمہیں ایک پاؤنڈ (برطانیہ میں چلنے والا روپیہ) دے گا بدلے میں تمہیں اپنے کتے کو ذبح کرنا ہو گا۔

کتا چرواہے کے لئے بہت اہم ہوتا ہے یہ اس کی بکریاں چراتا ہے، دور گئے ریوڑ کو واپس لاتا ہے، درندوں کے حملوں سے ریوڑ کی حفاظت کرتا ہے، لیکن چرواہے نے یہ سوچا کہ پاؤنڈ کی مالیت تو آدھار ریوڑ سے بھی زیادہ بنتی ہے، اس کے چہرے پر لالچی مسکراہٹ پھیل گئی، اس نے کتا پکڑ لیا اور جنرل کے قدموں میں ذبح کر دیا۔

جنرل نے چرواہے سے کہا اگر تم اس کی کھال بھی اتار دو تو میں تمہیں ایک اور پاؤنڈ دینے کو تیار ہوں، چرواہے نے خوشی خوشی کتے کی کھال بھی اتار دی، جنرل نے کہا میں مزید ایک اور پاؤنڈ دینے کے لئے تیار ہوں اگر تم اس کی بوٹیاں بھی بنا دو چرواہے نے فوری یہ آفر بھی قبول کر لی جنرل چرواہے کو تین پاؤنڈ دے کر چلتا بنا۔

جنرل چند قدم آگے ہی چلا تھا کہ اسے پیچھے سے چرواہے کی آواز سنائی دی وہ پیچھے پیچھے آ رہا تھا اور کہہ رہا تھا جنرل اگر میں کتے کا گوشت کھالوں تو کیا آپ مجھے ایک اور پاؤنڈ دیں گے؟ جنرل نے انکار میں سر ہلایا کہ میں صرف تمہاری نفسیات اور اوقات دیکھنا چاہتا تھا، تم نے صرف تین پاؤنڈ کے لئے اپنے محافظ اور دوست کو ذبح کر دیا اس کی کھال اتار دی، اس کے ٹکڑے کیا اور چوتھے پاؤنڈ کے لئے اسے کھانے کے لئے بھی تیار ہو، اور یہی چیز مجھے یہاں چاہئے۔

پھر جنرل اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا جس قوم کے لوگوں کی سوچیں یہ ہوں ان سے تمہیں خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

آج یہی حال مسلم ملکوں اور معاشروں کا ہے، اپنی چھوٹی سی مصلحت اور ضرورت کے لئے اپنی سب سے قیمتی اور اہم چیز کا سودا کر دیتے ہیں۔ اور یہ وہ ہتھیار ہے جسے ہر استعمار، ہر قابض، ہر شاطر دشمن ہمارے خلاف استعمال کرتا رہا ہے، اسی کے ذریعے اس نے حکومت کی ہے اور اسی کے ذریعے ملکوں کو لوٹا ہے۔

آج ہمارے درمیان ہمارے ملکوں میں کتنے ہی ایسے چرواہے ہیں جو نہ صرف کتے کا گوشت کھانے کے لئے تیار ہیں بلکہ اپنے ہم وطن بھائیوں کا گوشت کھا رہے ہیں اور چند سکوں کے عوض اپنا دین و مذہب بیچ رہے ہیں۔

(54) حکیم سقراط کی حکمت و فراست

سقراط ایک بہت بڑا حکیم تھا اور گویا ایک درجہ میں طب کا موجد سمجھا جاتا ہے اور رات دن پہاڑوں میں جڑی بوٹیوں کا امتحان کرتا تھا سارا دن گھومتے گھومتے ایک دن ایک دکان پر بیٹھا دن بھر کا تھکا ہوا تھا اس کی آنکھ لگ گئی، اتنے میں بادشاہ وقت کی سواری نکل پڑی، نقیب و چوہدار نعرہ بلند کرتے جا رہے تھے اور اس بیچارے کو کچھ خبر نہیں یہاں تک کہ بادشاہ کی سواری قریب آگئی تو بادشاہ کو ناگوار گزرا کہ ایک آدمی اور پیر پھیلائے ہوئے بیٹھا ہے نہ بادشاہ کی تعظیم ہے نہ عظمت ہے، بڑا بے ادب و گستاخ ہے، بادشاہ کو اتنا غصہ آیا کہ سواری سے اتر کر اس کو ایک ٹھوکرماری، اب سقراط کی آنکھ کھل گئی اور دیکھنے لگا، بادشاہ نے کہا کہ جانتا بھی ہے تو کہ میں کون ہوں؟ اس نے کہا جی ہاں میں یہی جاننے کی کوشش کر رہا ہوں کہ آپ کون ہیں؟ اور اب

تک اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ شاید آپ جنگل کے کوئی درندے معلوم ہوتے ہیں اس لئے کہ آپ نے ٹھوکر ماری ہے اور وہی ٹھوکر مار کر چلتے ہیں۔ بادشاہ کو اور زیادہ ناگوار گزرا اس سے کہا کہ تو جانتا نہیں کہ میں بادشاہ وقت ہوں، میرے ہاتھ میں اتنے خزانے ہیں، اتنی فوجیں ہیں، اتنے سپاہ، اتنے قلعے ہیں اور اتنے شہر ہیں۔

سقراط نے بڑی دلیری سے کہا کہ بندہ خدا تو نے اپنی بڑائی کے لئے فوجوں کو ہتھیاروں کو خزانوں کو روپے کو پیسے کو پیش کیا لیکن ان میں سے ایک چیز بھی تیرے اندر کی تو نہیں ہے۔ سب باہر ہی باہر کی چیزیں ہیں تیرے اندر کیا کمال ہے جس کی وجہ سے تو دعویٰ کرے کہ تو باکمال ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ روپے پیسے نے تجھے چھوڑ دیا بس تو ذلیل ہو گیا اب تیری عزت ختم ہو گئی تاج و تخت اتفاق سے پاس نہ ہو تو بس تو ذلیل ہو گیا۔ فوجیں اگر کہیں رہ جائیں اور تو شکار میں آگے بڑھ جائے تو ذلیل ہو جائے اس لئے کہ فوج تو ہے ہی نہیں۔ یہ کیا عزت ہوئی کہ اندر کچھ نہیں اور بیرونی چیزوں پر مدار کار رکھے ہوئے ہے۔ تیرے اندر کی کیا چیز ہے نہ فوجیں تیرے اندر کی ہیں نہ تاج و تخت تیرے اندر کا ہے، تو اگر اپنا کمال بتلاتا ہے اور بڑائی بتلاتا ہے تو اندر کا کمال پیش کر اگر تیرے اندر واقعی کوئی کمال ہے۔ اب وہ بیچارہ بادشاہ بھی حیران ہوا کہ واقعی بات تو سچ ہے۔

حکیم سقراط نے کہا کہ اگر مجھے کمال دکھلاتا ہے تو ایک لنگوٹا باندھ اور کپڑے اتار اور میں بھی لنگوٹا باندھتا ہوں اور کپڑے اتار کر اس دریا میں کودتے ہیں اور وہاں اپنے اپنے کمالات دکھلائیں گے۔ اس وقت معلوم ہو گا کہ تو باکمال ہے یا میں باکمال ہوں، تو گویا سقراط نے بتلایا کہ حقیقت میں کمال جس پر آدمی فخر کرے وہ اندرونی کمال ہے اندر تو کمال نہ ہوا اور باہر کی چیزوں

پر فخر کرے جو کہ ہمیشہ جدا ہونے والی چیزیں ہیں، وہ جدا ہو گئیں تو بے کمال ہو گیا۔ ذلیل ہو گیا یہ کیا کمال ہے؟

(55) برستی آنکھوں سے کیوں دیکھتے ہیں؟

ایک امام کا کہنا ہے کہ میں جہاں جمعہ پڑھاتا ہوں وہاں میرے سامعین میں ایک سفید ریش عمر رسیدہ بزرگ ہیں جو اکثر میری طرف دیکھتے ہیں تو بس دیکھتے دیکھتے ان کی آنکھیں بھیگ جاتیں ہیں۔ میں کوئی ایسا خطیب تو نہیں کہ قوم کو ہر جمعے رولا دوں بس کبھی کبھی کوئی ایسی آیت یا حدیث واقعہ آجاتا ہے کہ کوئی آنسو نکل آئے..... میں نے ان سے پوچھا: باباجی آپ ہر جمعے میں، ہر درس میں، ہر واقعے میں روتے ہیں کیا وجہ ہے....؟

باباجی نے کہا: بیٹا تو ٹھیک کہتا ہے ہر درس میں یا جمعے میں رونے والی بات نہیں ہوتی، مگر... میں نہ واقعہ سن کر روتا ہوں نہ ہی کسی شعر یا بات پر، اصل بات یہ ہے کہ یہ آنسوؤں رشک کے آنسو ہیں...! میں نے کہا: باباجی! کیا مطلب؟ رشک کے آنسو.....؟؟ باباجی نے کہا: جی مولوی صاحب.. بات یہ ہے کہ میں آپ کے داداجی کو بھی اچھی طرح جانتا ہوں اور آپ کے والد تو میرے سامنے بچپن، لڑکپن اور جوانی کو پہنچے،

رشک اس بات پر آتا ہے میرے تین بیٹے ہیں ساری زندگی میں نے بھی محنت و مزدوری کی اور پیسہ کمایا ان کو پڑھایا، اب میں کسی کام کا نہیں ہوں بس بیمار رہتا ہوں، سوچتا ہوں ایک دن موت آئے گی چلا جاؤں گا، مگر میرا ایک بھی بیٹا نمازی نہیں... مسجد میں نہیں آتا، نہ کوئی ذکر، نہ تلاوت، اور دوسری طرف آپ ہو جو جمعہ، درس، ترجمہ، کلاس اور بچوں بڑوں کی تربیت میں لگے ہوئے ہو، آپ کے دادا اور والد بھی چلے گئے، ان کے اعمال میں روزانہ کتنا

اضافہ ہوتا ہو گا...؟ آپ ان کے لیے صدقہ جاریہ ہو... مجھے رشک آتا ہے ان پر جن کی اولاد دین دار اور ممبر و مصلیٰ کی وارث ہیں، میں جب بھی تجھے کچھ دیر دیکھتا ہوں تو رشک سے میرے آنسوؤں نکل آتے ہیں۔

خدا را اپنے اوپر احسان کریں اپنے بچوں کو اپنے مستقبل کے لیے روشن ستارے بنائیں انہیں عالم دین بنائیں۔

(56) تین بمنام بھائی

کہتے ہیں کسی جگہ ایک شخص رہتا تھا جس کے تین بیٹے تھے، اس شخص نے اپنے ان تینوں بیٹوں کا نام ”عبداللہ“ رکھا، دن گزرتے رہے حتیٰ کہ اسے مرض الموت نے آن لیا، اس نے اپنے تینوں بیٹوں کو بلا کر وصیت کی کہ عبداللہ کو وراثت ملے گی، عبداللہ کو وراثت نہیں ملے گی اور عبداللہ کو وراثت ملے گی۔ اس کے ساتھ ہی اس کی روح قبض ہو گئی۔ یہ خود تو فوت ہو گیا مگر اپنے بیٹوں کو حیرت میں ڈال گیا کہ کیسے فیصلہ کریں کن دو عبداللہ کو وراثت ملے گی اور کس ایک کو نہیں ملے گی۔ تینوں نے فیصلہ کیا کہ شہر جا کر قاضی سے اپنا مسئلہ بیان کریں اور اس سے کوئی حل مانگیں۔

تینوں اپنے زادراہ کے ساتھ شہر کیلئے عازم سفر ہوئے، راستے میں انہوں نے ایک ایسے شخص کو دیکھا جو اپنی کسی گم شدہ چیز کو تلاش کرتا پھرتا تھا، ان بھائیوں کے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ اس کی اونٹنی گم ہو گئی ہے جسے وہ تلاش کرتا پھر رہا ہے۔

ایک عبداللہ نے پوچھا کیا تیری اونٹنی ایک آنکھ سے کافی تھی؟ اس آدمی نے کہا ہاں ہاں! ایسا ہی تھا۔

دوسرے عبد اللہ نے پوچھا کیا تیری اونٹنی ایک ٹانگ سے لنگڑی تھی؟ تو اس آدمی نے جلدی سے کہا، بالکل صحیح، میری اونٹنی واقعی ایک ٹانگ سے لنگڑی تھی۔

تیسرے عبد اللہ نے اونٹنی کے مالک سے پوچھا کیا تیری اونٹنی کی دم کٹی ہوئی تھی؟ تو اس نے خوشی سے کہا بالکل ٹھیک، میری اونٹنی کی دم بھی کٹی ہوئی تھی، بس اب جلدی سے بتادو میری اونٹنی کہاں ہے؟

تینوں عبد اللہ نے مل کر جواب دیا: بخدا ہمیں آپ کی اونٹنی کے بارے میں کوئی علم نہیں، ہم نے اسے ہر گز نہیں دیکھا۔ اونٹنی کا مالک ان کی یہ بات سن کر غصے سے پاگل ہو گیا، اس نے فیصلہ کیا کہ ان تینوں کو کھینچ کر قاضی کے پاس لے جائے گا۔ اسے پورا یقین تھا کہ اس کی اونٹنی کو یہ تینوں ذبح کر کے کھا چکے ہیں اور اب اپنے جرم کو چھپانے کیلئے جھوٹ بول رہے ہیں۔ اونٹنی والے نے جب تینوں کو اپنا ارادہ بتایا تو انہوں نے کہا ہمیں کوئی اعتراض نہیں کیونکہ ہم خود بھی قاضی کے پاس ہی جا رہے ہیں۔

جب یہ چاروں قاضی کے پاس پہنچے تو اونٹنی والے نے قاضی سے اپنا قصہ بیان کیا۔ قاضی نے ان تینوں سے کہا جس طرح تم تینوں نے اونٹنی کی نشانیاں بتائی ہیں اس کا ایک ہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اونٹنی تم تینوں کے پاس ہے، بہتر ہے کہ تم اپنے جرم کا اعتراف کر لو۔

پہلے عبد اللہ نے کہا: جناب عالی! ہم نے اونٹنی تو نہیں دیکھی تھی، ہاں! البتہ اونٹنی کے آثار ضرور دیکھے تھے۔ جب میں نے اسے کہا تھا کہ تیری اونٹنی ایک آنکھ سے کافی ہے تو میں نے دیکھا تھا کہ راستے کے ایک طرف کی گھاس تو خوب چری ہوئی تھی مگر دوسری طرف کی ویسے ہی

صحیح سالم موجود تھی۔ اس کا ایک ہی مطلب تھا کہ اس شخص کی اونٹنی ایک آنکھ سے کافی رہی ہوگی۔

دوسرے عبداللہ نے کہا: میں نے دیکھا تھا کہ راستے میں تین قدم تو گھرے لگے ہوئے ہیں جبکہ چوتھا قدم زمین پر معمولی پڑا ہوا تھا جس کا مطلب بس اتنا ہی بنتا تھا کہ یہ جانور لنگڑا بھی تھا۔

تیسرے عبداللہ نے کہا: اونٹ جب راہ چلتے ہوئے اپنا گوبر گراتے ہیں تو دم (یعنی پونچھ) سے ادھر ادھر بکھیرتے ہیں۔ جبکہ ہم جس راہ سے آئے تھے وہاں پر گوبر ایک ہی لائن میں سیدھا گرا ہوا تھا جس کا ایک مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ اونٹنی کی دم کٹی ہوئی ہے جو اپنا گوبر دائیں بائیں نہیں پھیلا پائی۔

قاضی نے بغیر کسی دیر کے اس آدمی کی طرف دیکھا اور کہا: تم جا سکتے ہو۔ تمہاری اونٹنی ان لوگوں کے پاس نہیں ہے اور نہ ہی انہوں نے اُسے دیکھا ہے۔

اونٹنی والے شخص کے جانے کے بعد ان تینوں بھائیوں نے قاضی سے اپنا قصہ بیان کیا جسے سُن کر قاضی بہت حیران ہوا۔ ان تینوں سے کہا: تم آج کی رات مہمان خانے میں ٹھہرو، میں کل تمہیں سوچ کر کوئی حل بتاؤں گا۔

یہ تینوں مہمان خانے میں جا کر ٹھہرے تو انہوں نے محسوس کیا کہ ان کی نگرانی کی جا رہی ہے۔ کچھ دیر کے بعد ان کے لئے کھانا لایا گیا جو گوشت کے پکے ہوئے سالن اور روٹیوں پر مشتمل تھا۔ پہلے نے کھانے کو دیکھتے ہی کہا: یہ سالن کتے کے گوشت کا بنا ہوا ہے۔ دوسرے نے

کہا: روٹیاں جس عورت نے پکائی ہے وہ حمل کے ساتھ اور پورے دنوں سے ہے۔ تیسرے نے کہا: یہ قاضی حرام کی اولاد ہے۔

بات قاضی تک پہنچ گئی، اُس نے تینوں کو دوسرے دن اپنی عدالت میں طلب کر لیا اور تینوں سے مخاطب ہو کر کہا: تم میں سے کس نے کہا تھا یہ کتے کا گوشت پکا ہوا ہے؟ پہلا بولا: میں نے کہا تھا۔ قاضی نے باورچی کو بلوا کر پوچھا تو اس نے اعتراف کیا کہ پکانے کیلئے کچھ نہیں تھا تو اس کو شرارت سوچھی اور اس نے کتہا مار کر اس کا گوشت پکایا اور ان کو کھانے کیلئے بھجوا دیا۔

قاضی نے پہلے سے پوچھا: تمہیں کیسے پتہ چلا یہ گوشت کتے کا ہے؟ تو اس نے بتایا: گائے، بکری یا اونٹ کے گوشت کے نیچے چربی لگی ہوتی ہے جبکہ یہ سارا چربی نما تھا جس کے نیچے کہیں کہیں گوشت لگا ہوا تھا۔ قاضی نے کہا تم وہ عبد اللہ ہو جس کو اپنے باپ کے مال سے وراثت ملے گی۔

قاضی نے دوبارہ ان سے مخاطب ہو کر پوچھا: کس نے کہا یہ روٹیاں ایسی عورت نے بنائی ہے جو نو ماہ کے حمل کے ساتھ اور اپنے پورے دنوں سے ہے؟ جواب میں دوسرے نے کہا: میں ہوں جس نے یہ کہا تھا۔ قاضی نے پوچھا تمہیں کیونکر یہ لگا؟ تو اس نے کہا: میں نے دیکھا روٹیاں ایک طرف سے پھولی ہوئی اور خوب پکی ہوئی ہیں تو دوسری طرف سے کچی اور موٹی رہ گئی ہیں۔ میں نے اس سے یہی اخذ کیا کہ روٹیاں بنانے والی ایسی خاتون ہے جس سے تکلیف کے مارے زیادہ جھکا نہیں جا رہا اور وہ سامنے کی چیز بھی نہیں دیکھ پارہی، جس کا مطلب یہی بنتا تھا کہ عورت حاملہ ہے اور روٹیاں بنانے میں تکلیف محسوس کرتی رہی ہے۔ قاضی نے اس دوسرے سے بھی کہا: کہ تم وہ عبد اللہ ہو جسے اس کے باپ کے ترکہ سے وراثت میں حصہ ملے گا۔

پھر قاضی نے تینوں سے مخاطب ہو کر پوچھا: یہ کس نے کہا تھا: کہ میں (یعنی قاضی) ولد الحرام ہوں؟ تیسرے نے جواب دیا: کہ یہ میں نے کہا تھا۔ قاضی اُٹھ کر اندر گیا اور اپنی ماں سے پوچھا کیا یہ سچ ہے کہ وہ حرامی ہے تو اُس کی ماں نے کہا یہ سچ ہے کہ تم حرام کے ہو۔ قاضی نے واپس آ کر اس تیسرے عبد اللہ سے پوچھا تمہیں کیونکر معلوم ہوا کہ میں حرامی ہوں؟ تو اُس نے جواب دیا: اگر تم حلالی ہوتے تو مہمان خانے میں ہم پر نگران مقرر نہ کرتے، نہ ہی کتے کا گوشت پکوا کر ہمیں کھانے کیلئے بھجواتے اور نہ ہی کچی روٹیاں کسی مظلوم عورت سے بنوا کر ہمیں کھلاتے۔

قاضی نے اُسے مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تم وہ عبد اللہ ہو جسے اُس کے باپ کے مال سے وراثت نہیں ملے گی۔ تیسرے نے حیرت کے ساتھ قاضی کو دیکھا اور پوچھا: مگر ایسا کیوں ہے؟ قاضی نے کہا: کیونکہ ایک حرامی ہی دوسرے ولد الحرام کو ٹھیک ٹھیک پہچان سکتا ہے اور تم بھی میری طرح حرام کی اولاد ہو۔

وراثت پانے والے دونوں عبد اللہ اپنی ماں کی طرف لوٹے اور دریافت کیا کہ ہمارے تیسرے بھائی کا کیا ماجرا ہے تو اُن کی ماں نے کہا تمہارا باپ ایک بار صبح کی نماز پڑھنے مسجد گیا تو اسے دروازے پر رکھا ہوا پایا تھا، اسے گھر لایا، اس کا نام بھی تم دونوں جیسا عبد اللہ رکھا اور اس کی پرورش کی۔

(57) قرآن کی عظمت

حضرت شاہ عبد العزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ایک ہندو پنڈت نے ایک اعلان کیا کہ ہندو مذہب سچا مذہب ہے اور اسلام جھوٹا مذہب ہے اور دلیل اس نے یہ پیش کی کہ

ہمارا فلاں مندر جو دو ہزار سال سے بنا ہوا ہے آج تک بالکل صحیح سالم ہے اس کی دیواریں کھڑکیاں دروازے غرض سب کچھ ویسے کا ویسے آج تک اپنی اصلی حالت میں موجود ہے جبکہ مسلمانوں کی مساجد ایک سال بھی نہیں گزر تا کہ رنگ روغن درو دیوار دروازے کھڑکیاں سب کچھ خراب ہونا شروع ہو جاتے ہیں، لہذا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام مٹنے والا ہے اور ہندو مت باقی رہنے والا ہے۔

مسلمانوں کی اکثریت اس پروپیگنڈا کا جواب دینے میں ناکام رہی اور اس کی وجہ سے لوگ بہت شش و پنج میں مبتلا ہو گئے کہ اس پروپیگنڈا کا روک تھام کیسے کیا جائے؟
ایسے میں حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ آگے آئے اور انہوں نے اعلان کیا کہ اس کا جواب میں دوں گا، پنڈت نے کہا کیا جواب ہے؟ حضرت نے کہا کہ ایسے نہیں اسی مندر کے دروازے پر جواب دوں گا مقررہ وقت پر مسلمان اور ہندو سب جمع ہو گئے کہ دیکھئے کیا جواب دیتے ہیں حضرت صاحب مندر کے دروازے پر کھڑے ہو گئے اور قرآن کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

لَوْ أَنزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى جَبَلٍ لَّرَأَيْنَاهُ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللَّهِ ۚ وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ (پ: ۲۸، الحشر: ۲۱)

ترجمہ کنز الایمان: اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو ضرور تو اسے دیکھتا جھکا ہوا پاش پاش ہوتا اللہ کے خوف سے اور یہ مثالیں لوگوں کے لیے ہم بیان فرماتے ہیں کہ وہ سوچیں۔

پس آپ آیت پڑھتے جاتے اور مندر کے درو دیوار دروازوں کے طرف انگلی سے اشارہ کرتے جاتے ایسے میں اللہ تعالیٰ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر اپنے دین کی حقانیت کی

کرامت ظاہر کر دی اور مندر کی دیواریں گرنا شروع ہو گئیں، دروازے ٹوٹنے لگے مسلمانوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا، پنڈت جلدی حضرت کے قدموں میں گر گیا اور کہا بس کریں بہت ہو گیا، لیکن اس کی حقیقت تو بتادیں کہ یہ کیا ہوا؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے کہ قرآن اگر پہاڑ پر نازل کر دیتا تو وہ بھی اپنی جگہ نہیں ٹھہر سکتا پھر اس مندر کی کیا مجال ہے یہ اپنی جگہ پر کھڑا رہتا، یہ تو مسجد کی عظمت ہے کہ اس میں روزانہ قرآن پڑھا جاتا ہے پھر بھی اپنی جگہ پر کھڑا رہتا ہے۔ (تفسیر عزیز ص 179 نمبر 179)

(58) عدنان خاشقجی کا عروج وزوال

ستر اور اسی کی دہائی میں عدنان خاشقجی کی شہرت اور دولت کا اتنا چرچا تھا کہ "شہزادیاں" اور "شہزادے" اس کے ساتھ ایک کپ کافی پینا اپنے لئے "اعزاز" سمجھتے تھے۔ وہ کینیا میں موجود اپنے وسیع و عریض فارم ہاؤس میں چھٹیاں گزار رہا تھا اس کی کم سن بیٹی نے آئیسکریم اور چاکلیٹ کی خواہش کی تو اس نے اپنا ایک جہاز بمع عملہ پیرس بھیجا جہاں سے آئیسکریم خریدنے کے بعد جینیوا سے چاکلیٹ لے کر اسی دن جہاز واپس کینیا پہنچا۔ اس کے ایک دن کا خرچہ ایک ملین ڈالر تھا۔ لندن، پیرس، نیویارک، سڈنی سمیت دنیا کے 12 مہنگے ترین شہروں میں اس کے "لگژری محلات" تھے۔ اسے عربی نسل گھوڑوں کا شوق تھا دنیا کے کئی ممالک میں اس کے خاص اصطبل تھے۔

اس کی دی ہوئی طلاق آج تک دنیا کی مہنگی ترین طلاق سمجھی جاتی ہے جب اس نے 875 ملین ڈالر اپنی امریکی بیوی کے منہ پر مارے اور اسے طلاق دی۔ اس کی ملکیت میں جویاٹ تھی وہ اپنے دور کی سب سے بڑی یاٹ تھی، جو اس وقت بادشاہوں کو بھی نصیب نہ تھی، اس

یاٹ میں 4 ہیلی کاپٹر ہر وقت تیار رہتے جب کہ 610 افراد پر مشتمل خدام اور عملہ تھا، وہ یاٹ بعد میں ان سے برونائی کے سلطان نے خریدی اس سے ہوتے ہوئے ڈونلڈ ٹرامپ تک پہنچی، ٹرامپ نے 29 ملین ڈالر میں خریدی۔

اپنی پچاسویں سالگرہ پر اس نے اسپین کے ساحل پر دنیا کی مہنگی ترین پارٹی دی جس میں دنیا کی 400 معروف شخصیات نے 5 دن تک خوب مستی کی۔ وہ اسلحے کا بہت بڑا سوداگر تھا ملکوں کے درمیان وہ اسلحے کی ڈیل اور معاہدے کرتا تھا، سعودی عرب اور برطانیہ کے درمیان اس نے 20 ارب ڈالر کے معاہدے کرائے۔ شراب اور شباب اس کی کمزوری تھی 4 جائز اور 8 ناجائز بیگمات اس کے عقد میں تھیں۔

یتیموں پر دست شفقت رکھنا، بیواؤں کا خیال، مسکینوں کی مدد، سیلاب اور زلزلوں میں انسانی ہمدردی کے تحت فلاحی کام ان سب سے اسے سخت الرجی تھی اس کا یہ جملہ مشہور تھا کہ آدم علیہ السلام نے اپنی اولاد کی کفالت کی ذمہ داری مجھے نہیں سونپی ہے۔ ۸۰ کی دہائی میں وہ 40 ارب ڈالر زکے اثاثوں کا مالک تھا۔

پھر آہستہ آہستہ اللہ تعالیٰ نے اس کی رسی کھینچ لی، اب تنزل و انحطاط کی طرف اس کا سفر شروع ہوا، اربوں ڈالر زکے مالیت کے اس کے ہیرے سمندر میں ڈوب گئے، کاروبار میں خسارے پہ خسارہ شروع ہوا، قرضے پہ قرضہ چڑھا سب اثاثے فروخت کر ڈالے، اس کے دوست احباب، اس کے چاہنے والوں نے اس سے نظریں پھیر لیں، یہ ایک لمبی مدت گمنامی کے پاتال میں چلا گیا، کسی کو خبر نہ تھی کہ کہاں ہے۔

پھر ایک دن یہ لندن میں کسی سعودی تاجر کو ملا، اس کی حالت غیر ہو چکی تھی، اس تاجر سے کہا وطن واپس جانا چاہتا ہوں لیکن کرایہ نہیں، اس سعودی تاجر نے اکانومی کلاس کا ٹکٹ خرید کر اسے دیا اور یہ جملہ کہا: اے عدنان! اللہ تعالیٰ نے فقیروں اور غریبوں پر مال خرچ کرنے اور صدقہ کا حکم دیا ہے یہ ٹکٹ بھی صدقہ ہے۔ اپنے دور کا یہ کھرپ پتی شخص صدقے کی ٹکٹ پر عام مسافروں کے ساتھ جہاز میں بیٹھ کر جدہ پہنچ گیا۔

اس عرب پتی تاجر عدنان خاشقچی عرب نژاد ترکی تھا، اس کی پیدائش مکہ مکرمہ میں ہوئی تھی اس کا والد شاہی طبیب تھا، یہ شخص ترکی میں قتل ہوئے صحافی جمال خاشقچی کا چچا تھا، 2017 میں اس کا انتقال 82 سال کی عمر میں ہوا۔

یاد رکھیں! آپ جتنے بھی طاقت ور ہیں آپ جتنے بھی ثروت مند ہیں اللہ تعالیٰ کے آگے بہت کمزور ہیں، اپنی دولت اور طاقت کو کبھی بغاوت کے لئے استعمال نہ کرنا اللہ تعالیٰ کی پکڑ بڑی سخت ہے۔

(59) بوڑھے والدین کے ساتھ حسن سلوک

ایک نوجوان اپنے بوڑھے ماں باپ کے ساتھ کسی مہنگے ہوٹل میں کھانا کھانے گیا۔ ماں باپ تو نہیں چاہتے تھے لیکن بیٹے کی خواہش تھی کہ وہ انہیں کسی مہنگے ہوٹل میں ضرور کھانا کھلائے گا۔ اسی لیے اس نے اپنی پہلی تنخواہ ملنے کی خوشی میں ماں باپ جیسی عظیم ہستیوں کے ساتھ شہر کے مہنگے ہوٹل میں لنچ کرنے کا پروگرام بنایا۔

باپ کو رعشے کی بیماری تھی، اُس کا جسم ہر لمحہ کپکپاہٹ میں رہتا تھا، اور ضعیفہ ماں کو دونوں آنکھوں سے کم دیکھائی دیتا تھا یہ شخص اپنی خستہ حالی اور بوڑھے ماں باپ کے ہمراہ جب

ہوٹل میں داخل ہوا تو وہاں موجود امیر لوگوں نے سر سے پیر تک اُن تینوں کو یوں عجیب و غریب نظروں سے دیکھا جیسے وہ غلطی سے وہاں آگئے ہوں۔

کھانا کھانے کیلئے بیٹا اپنے دونوں ماں باپ کے درمیان بیٹھ گیا وہ ایک نوالہ اپنی ضعیفہ ماں کے منہ میں ڈالتا اور دوسرا نوالہ بوڑھے باپ کے منہ میں۔ کھانے کے دوران کبھی کبھی رعشے کی بیماری کے باعث باپ کا چہرہ ہل جاتا تو روٹی اور سالن کے ذرے باپ کے چہرے اور کپڑوں پر گر جاتے۔ یہی حالت ماں کے ساتھ بھی تھی، وہ جیسے ہی ماں کے چہرے کے پاس نوالہ لے جاتا تو نظر کی کمی کے باعث وہ انجانے میں ادھر ادھر دیکھتی تو اس کے بھی منہ اور کپڑوں پر کھانے کے داغ پڑ گئے تھے۔

اُرد گرد بیٹھے لوگ جو پہلے ہی انہیں حقیر نگاہوں سے دیکھ رہے تھے، وہ اور بھی منہ چڑانے لگے کہ کھانا کھانے کی تمیز نہیں ہے اور اتنے مہنگے ہوٹل میں آ جاتے ہیں بیٹا اپنے ماں باپ کی بیماری اور مجبوری پر آنکھوں میں آنسوں چھپائے، چہرے پر مسکراہٹ سجائے۔ اُرد گرد د کے ماحول کو نظر انداز کرتے ہوئے ایک عبادت سمجھتے ہوئے انہیں کھانا کھلاتا رہا۔

کھانے کے بعد وہ ماں باپ کو بڑی عزت و احترام سے واش بیسن کے پاس لے گیا، وہاں اپنے ہاتھوں سے ان کے چہرے صاف کیے کپڑوں پر پڑے داغ دھوئے اور جب وہ انہیں سہارا دیتے ہوئے باہر کی جانب جانے لگا تو پیچھے سے ہوٹل کے میجر نے آواز دی اور کہا: بیٹا تم ہم سب کیلئے ایک قیمتی چیز یہاں چھوڑے جا رہے ہو۔

اُس نوجوان نے حیرانگی سے پلٹ کر پوچھا کیا چیز؟ میجر اپنی عینک اُتار کر آنسوؤں پونچھتے ہوئے بولا: نوجوان بچوں کیلئے سبق اور بوڑھے ماں باپ کیلئے امید۔

اللہ تبارک تعالیٰ جن کے ماں باپ زندہ ہے ان کو لمبی عمر عطا فرمائے اور جن کے ماں باپ وفات پا گئے ہیں ان کو اللہ تبارک و تعالیٰ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔ یقیناً ماں باپ کے ساتھ ایسا ہی مثالی برتاؤ کرنا چاہیئے۔

(60) اللہ سے ملاقات

ایک عابد نے خدا کی زیارت (یعنی دیدار و ملاقات) کے لیے 40 دن کا چلہ کیا۔ دن کو روزہ رکھتا اور رات کو قیام کرتا تھا۔ اعتکاف کی وجہ سے خدا کی مخلوق سے یکسر کٹا ہوا تھا اور اس کا سارا وقت آہ وزاری اور راز و نیاز میں گذرتا تھا۔ 36 ویں رات اس عابد نے ایک آواز سنی: شام کو تانبے کے بازار میں فلاں تانبہ ساز کی دکان پر جاؤ اور اپنی مراد پالو۔

عابد وقت مقررہ سے پہلے پہنچ گیا اور مارکیٹ کی گلیوں میں تانبہ ساز کی اس دوکان کو ڈھونڈنے لگا وہ کہتا ہے: "میں نے ایک بوڑھی عورت کو دیکھا جو تانبے کی دیگچی پکڑے ہوئے تھی اور اسے ہر تانبہ ساز کو دکھا رہی تھی۔" اسے وہ پہنچا چاہتی تھی، وہ جس تانبہ ساز کو دیگچی دکھاتی وہ اسے تول کر کہتا 4 ریال ملیں گے، بڑھیا کہتی 6 ریال میں بیچوں گی۔ کوئی تانبہ ساز اسے 4 ریال سے زیادہ دینے کو تیار نہ تھا۔

آخر کار وہ بڑھیا ایک تانبہ ساز کے پاس پہنچی تانبہ ساز اپنے کام میں مصروف تھا، بڑھیا نے کہا: میں یہ برتن بیچنے کے لیے لائی ہوں اور اسے 6 ریال میں بیچوں گی، کیا آپ 6 ریال دیں گے؟

تانبہ ساز نے پوچھا: صرف 6 ریال میں کیوں؟ بڑھیا نے دل کی بات بتاتے ہوئے کہا: میرا بیٹا بیمار ہے، حکیم نے اس کے لیے نسخہ لکھا ہے جس کی قیمت 6 ریال ہے۔

تانہ ساز نے دیکھی لے کر کہا: ماں یہ دیکھی بہت عمدہ اور قیمتی ہے۔ اگر آپ بیچنا ہی چاہتی ہیں تو میں اسے 30 ریال میں خریدوں گا۔ بوڑھی عورت نے کہا: کیا تم میرا مذاق اڑا رہے ہو؟ "کہا: ہر گز نہیں،" میں واقعی 30 ریال دوں گا، یہ کہہ کر اس نے برتن لیا اور بوڑھی عورت کے ہاتھ میں 30 ریال رکھ دیئے۔ بوڑھی عورت بہت حیران ہوئی اور دعا دیتی جلدی سے اپنے گھر کی طرف چل پڑی۔

عابد کہتا ہے میں یہ سارا ماجرہ دیکھ رہا تھا جب وہ بڑھیا چلی گئی تو میں نے تانہ کی دکان والے سے کہا: چچا! لگتا ہے آپ کو کاروبار نہیں آتا؟ بازار میں کم و بیش سبھی تانے والے اس دیکھی کو تولتے تھے اور 4 ریال سے زیادہ کسی نے اس کی قیمت نہیں لگائی اور آپ نے 30 ریال میں اسے خریدا ہے۔

بوڑھے تانہ ساز نے کہا: میں نے برتن نہیں خریدا، میں نے اس کے بچے کا نسخہ خریدنے کے لیے اسے پیسے دیئے ہیں، میں نے ایک ہفتے تک اس کے بیمار بچے کی دیکھ بھال کے لئے پیسے دیئے ہیں، میں نے اسے اس لئے یہ قیمت دی کہ گھر کا باقی سامان بیچنے کی نوبت نہ آئے۔ عابد کہتا ہے میں سوچتا اور اس کو دیکھتا رہ گیا... اتنے میں غیبی آواز آئی: "صرف چلہ کشی سے کوئی میری زیارت کا شرف حاصل نہیں کر سکتا، بلکہ ساتھ ساتھ میری مخلوق کی خدمت بھی کرو۔ گرنے والے کو تھامو اور غریب کا ہاتھ پکڑو میں خود تمہارے پاس چل کر آؤں گا۔"

(61) سمجھداری یا چالاکی

ایک شاطر اور چالاک مالدار شخص کسی گاؤں میں ایک کسان کے پاس پہنچا اور اُسے پارٹنرشپ کی آفر کی، کہ رقم میری ہوگی اور محنت تمہاری، لیکن جب فصل تیار ہو جائے گی تو جو

حصہ زمین کے اندر ہوتا ہے وہ تمہارا جبکہ اوپر والا سارا میرا ہو گا (یہ چالاکی اس نے اس لئے کی کہ زمین میں جڑیں ہوتی ہیں جو اس بے وقوف کسان کے حصے میں آئیں گی اور اصل قیمت تو اوپر والے حصے کی ہوتی ہے وہ میں لے اُڑوں گا) بہر حال کسان نے کچھ دیر سوچا اور آفر قبول کر لی۔ جب فصل تیار ہو گئی تو چالاک مالدار اپنا حصہ لینے پہنچا تو یہ دیکھ کر اپنا سر پکڑ لیا کہ کسان نے پیاز کی فصل بوئی تھی چنانچہ معاہدے کے مطابق پیاز کسان کے حصے میں آئی اور اوپر کے بے قیمت پتے مالدار کو ملے۔

چالاک مالدار نے سبق سیکھ کر باز آنے کے بجائے ایک اور داؤ کھیلنے کا سوچا اور کسان کو ایک مرتبہ پھر پارٹنرشپ کی آفر کی، لیکن اس مرتبہ شرط یہ رکھی کہ فصل کا جو حصہ زمین کے اندر ہو گا وہ میرا اور اوپر والا تمہارا۔ کسان نے یہ شرط قبول کر لی۔ جب فصل تیار ہونے پر چالاک مالدار اپنا حصہ لینے پہنچا تو دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا کہ کسان نے گتے اُگائے تھے جس کی بے کار جڑیں اس کے حصے میں آئیں اور قیمتی گتے کسان کو ملے۔

کسان کی سمجھداری کے ہاتھوں دو مرتبہ اپنی چالاکی کا نقصان اٹھانے کے بعد بھی مالدار نے ہار نہیں مانی اور سارا حساب چُکانے کے لئے کسان کو اگلی فصل کے لئے رقم دیتے ہوئے کہا: میں دو مرتبہ نقصان میں رہا ہوں اس لئے اس مرتبہ فصل کا نچلا اور اوپر والا حصہ میرا ہو گا درمیان میں جو کچھ ہو گا وہ تمہارا ہو گا۔

اب کی بار فصل تیار ہوئی تو چالاک مالدار خوشی خوشی کھیتوں میں پہنچا کہ اس مرتبہ فائدہ صرف میرا ہو گا، لیکن کھیتوں میں پہنچ کر اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا کہ کسان نے اس مرتبہ مکئی (چھلیاں) اُگائی تھی جس کا نچلا اور سب سے اوپر والا حصہ بے قیمت ہوتا ہے اور اصل

قیمت درمیان میں موجود پچھلی کی ہوتی ہے۔ یوں کسان کی سمجھداری نے مالدار کی چالاکی کو شکست دے دی۔

عقل اللہ پاک کی دی ہوئی بہت بڑی نعمت ہے، اب یہ انسان پر موقوف ہے کہ وہ عقل کا استعمال مثبت کرتا ہے یا منفی، سمجھداری میں کرتا ہے یا چالاکی میں۔

(62) عالم کی شایانِ شان

ایک بادشاہ لوگوں کو خنزیر کھانے پر مجبور کیا کرتا تھا، ایک عالم نے اس کا یہ حکم ماننے سے انکار کر دیا۔ بادشاہ نے اسے پیش کرنے کا حکم دیا اور کہا: میں اپنے سامنے اسے خنزیر کھلاؤں گا، کھانے سے انکار کرے گا تو اسے قتل کروں گا۔ چنانچہ عالم کو بادشاہ کے دربار میں لایا گیا۔ دروازے پر موجودہ ایک عہدے دار نے عالم کے کان میں کہا: آپ کے آگے جو گوشت رکھا جائے گا، وہ بکری کا ہوگا، لہذا جب بادشاہ آپ کو خنزیر کھانے کا حکم دے تو آپ بے فکر ہو کر کھا لیجئے گا، میں نے خفیہ طور پر سب انتظام کر لیا ہے، دیکھنے والے خیال کریں گے کہ آپ خنزیر کھا رہے ہیں، لیکن ہوگا وہ بکری کا گوشت، اس طرح آپ کی جان بچ جائے گی۔

بادشاہ نے آج اور بھی بے شمار لوگوں کو گوشت کی دعوت دی تھی، دراصل وہ ان سب پر واضح کرنا چاہتا تھا کہ دیکھو، آج میں نے اس عالم کو خنزیر کھلا دیا۔ جب سب لوگوں کے ساتھ اس عالم کے سامنے بھی گوشت رکھا گیا، سب لوگ عالم کی طرف دیکھنے لگے۔ وہ آپس میں کہہ رہے تھے: عالم صاحب نے کھالیا تو ہم بھی کھالیں گے، ورنہ ہم بھی نہیں کھائیں گے۔ عالم صاحب کے سامنے اس عہدے دار کی خفیہ ہدایت کے مطابق بکری کا گوشت رکھا جا چکا تھا اور

یہ بات عالم کو معلوم تھی، اس کے باوجود انہوں نے گوشت کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا اور بولے: نہیں! میں یہ گوشت نہیں کھاؤں گا۔

عہدے دار سامنے ہی موجود تھا، اس نے اشارہ کیا کہ گوشت کھالیں، آپ کی جان بچ جائے گی، یہ بکری کا ہے۔ خنزیر کا نہیں۔ اس اشارہ کے باوجود وہ ٹس سے مس نہ ہوئے۔ ان کے انکار پر بادشاہ نے اسی عہدے دار کو حکم دیا: اسے باہر لے جا کر قتل کر دیا جائے۔

عہدے دار عالم کو لے کر باہر آیا اور حیرت زدہ انداز میں بولا: میں نے آپ کو بتا دیا تھا، دربار میں بھی آپ کو اشاروں میں کہتا رہا کہ آپ اس گوشت کو کھالیں، یہ خنزیر کا نہیں ہے، لیکن افسوس آپ نے میری بات پر اعتبار نہ کیا۔ کیا آپ نے یہ گمان کیا تھا کہ میں جھوٹ بول رہا ہوں؟

عالم نے اس کی بات کے جواب میں کہا: ایسی بات نہیں، میں جانتا تھا، میرے سامنے جو گوشت تھا وہ بکری کا تھا، لیکن دربار میں جتنے لوگ بھی موجود تھے، انہیں تو یہی معلوم تھا کہ وہ گوشت خنزیر کا ہے اور جب میں وہ گوشت کھاتا، تو سب یہی خیال کرتے کہ میں نے موت کے ڈر سے خنزیر کا گوشت کھانا قبول کر لیا ہے اور سب لوگ میری پیروی کرتے اور خنزیر کا گوشت کھانے لگتے۔

عہدہ دار دنگ رہ گیا، گویا اس عالم نے اپنا قتل تو گوارہ کر لیا تھا، لیکن دوسروں کا وبال اپنے سر لینا منظور نہ کیا، عالم کی شان بھی ہوتی ہے۔

(63) ایک قابل رشک

ایک معلم قرآن انتہائی نصیحت آموز واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: ایک بچہ میرے پاس آیا جو مدرسے میں داخلہ لینے کا شدید خواہشمند تھا۔ میں نے اس سے پوچھا: بچے! آپ کو قرآن کا کچھ حصہ زبانی یاد ہے؟ بچے نے کہا: جی!

میں نے اس کا امتحان لیتے ہوئے کہا: پھر آپ مجھے تیسواں پارہ سنائیں۔ اس نے مجھے تیسواں پارہ زبانی سنا دیا۔ میں نے پوچھا: آپ کو سورۃ الملک بھی یاد ہے؟ اس نے مجھے سورۃ الملک بھی سنائی۔ مجھے بڑا تعجب ہوا کہ اس چھوٹے سے بچے نے کم سنی کے باوجود قرآن کریم کا کچھ حصہ حفظ کیا ہوا ہے۔ میں نے اس سے سورۃ النحل سنانے کو کہا تو اسے وہ بھی یاد تھی۔ جوں جوں وہ میرے سوالات کا جواب دے رہا تھا، میری حیرانی بڑھتی جا رہی تھی۔

میں نے سوچا کہ اب اس سے بڑی سورتوں کے متعلق پوچھتا ہوں، میں نے کہا: آپ کو سورۃ البقرہ بھی یاد ہے؟ اس نے ”ہاں“ میں جواب دیا اور ساتھ میں کسی غلطی کے بغیر سورۃ البقرہ بھی زبانی سنا ڈالی۔

میں نے متعجب ہو کر پوچھا: بچے! لگتا ہے آپ نے پورا قرآن حفظ کر رکھا ہے؟ اس نے کہا: جی! یہ سنتے ہی فرط مسرت سے میری زبان سے بے ساختہ سبحان اللہ! ماشاء اللہ! تبارک اللہ! کے الفاظ ادا ہونا شروع ہو گئے۔

میں نے اس سے کہا: آپ کل میرے دفتر آجائیے گا اور ساتھ اپنے سرپرست کو بھی لیتے آئیے گا۔ میں بچے کے جانے کے بعد حیرت و استعجاب کے سمندر میں ڈوبا رہا اور دل ہی دل میں تانے بانے بنتا رہا کہ یقیناً اس کے والد صاحب دین کے پابند، نیک سیرت اور قرآن سے

شدید محبت رکھنے والے ہوں گے جس کے نتیجے میں اس نے اپنے بچے کو اتنی چھوٹی عمر میں قرآن یاد کر ادیا ہے۔

مجھے اس وقت حیرانی کا شدید جھٹکا لگا جب وہ کل صبح اپنے والد صاحب کو لے کر آیا تو اس کے والد صاحب ظاہری شکل و صورت سے بالکل بھی متبع سنت اور پابند شریعت نہیں لگ رہے تھے۔ اس بچے کے باپ نے میری پریشانی اور استعجاب کو بھانپ لیا اور فوراً بولا: میں جانتا ہوں کہ آپ میرے اس بچے کا والد ہونے کی وجہ سے حیران و ششدر ہو رہے ہیں۔ میں ابھی آپ کی حیرت ختم کیے دیتا ہوں۔ اصل بات یہ ہے کہ اس بچے کے حفظ قرآن کے پیچھے اس کی والدہ کا ہاتھ ہے جو بچوں کی تربیت کے حوالے سے ایک ہزار آدمیوں کے برابر ہے۔ آپ یہ بات سن کر مزید حیران ہوں گے کہ میرے تین بیٹے ہیں اور سب قرآن کے حافظ ہیں۔ میری سب سے چھوٹی بیٹی چار سال کی ہے اور وہ بھی تیسواں پارہ حفظ کر چکی ہے۔

میری حیرانی انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ میں نے پوچھا: یہ کیسے ممکن ہے! چار سال کی بچی نے تیسواں پارہ کیسے یاد کر لیا ہے؟ اس نے جواب دیا: بچوں کی والدہ کا طریقہ کاریہ ہے کہ جب بچہ بولنا شروع کرتا ہے تو وہ اسے قرآن یاد کروانا اور حفظ قرآن کا شوق دلانا شروع کر دیتی ہے۔ وہ بچوں کا مقابلہ کرواتی ہے اور کہتی ہے: کہ جو سب سے پہلے یہ سورۃ یاد کرے گا، رات کا کھانا اس کی پسند کا بنے گا۔ جو سب سے پہلے پارہ حفظ کرے گا، پکنک میں اس کی پسند کی جگہ جائیں گے۔ جو سب سے پہلے قرآن ختم کرے گا، ہم سالانہ چھٹیاں اس کے منتخب کردہ علاقے میں گزارنے جائیں گے۔ یوں بچے اپنے اپنے شوق کی تکمیل کے لیے حفظ قرآن میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔

جی ہاں، ایسی نیک مائیں ہی گھر سنوارتی ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے امیر المومنین فی الحدیث بننے کے پیچھے ان کی والدہ ہی کی کاوشیں تھیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے عظیم فقیہ و محدث بننے کے پیچھے ان کی والدہ ماجدہ کی جہود مسعودہ تھیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے امام دارالہجرہ کے منصب عالی پر فائز ہونے کے پیچھے ان کی والدہ محترمہ کا ہاتھ تھا۔ امام احمد بن حنبل کے امام اہل السنۃ والجماعۃ کا لقب حاصل کرنے کے پیچھے ان کی والدہ محترمہ کی محنتیں تھیں۔ یاد رکھیے! نیک اور صالح عورت نصف معاشرہ نہیں ہوتی بلکہ معاشرے کی بنیاد اور ستون ہوتی ہے۔

پانچ نمازوں کی حکمت

نماز کو صلوٰۃ کہنے کی حکمتیں
پانچ نمازیں فرض کرنے کی حکمتیں
نماز کے شرائط کی حکمتیں
نماز کے فرائض کی حکمتیں
نماز کا افضل العبادات ہونے کی حکمتیں
رکعتوں کے مختلف ہونے کی حکمتیں

مصنف

مولانا ابراہیم شفیق محمد شفیق خان طاری مدنی فتحپوری

ناشر

مکتبہ دارالسنہ دہلی

مصنف کی کتابوں کا تعارف

مصنف کی اردو کتابیں

ش	کتاب کا نام	زبان	صفحات
1	دین اسلام کی خوبیاں	اردو	80
2	اسرار الایمان فی حقائق الارکان	اردو	423
3	میری سنت میری امت	اردو	231
4	کیا حال ہے؟	اردو	220
5	موت کے وقت	اردو	282
6	عقائد کی حکمتیں	اردو	153
7	پانچ نمازوں کی حکمت	اردو	152
8	سب سے پہلے سب سے آخر	اردو	276
9	قصور کس کا؟	اردو	64
10	نصاب مسائل نماز	اردو	80
11	آسان فرض علوم	اردو	696
12	آسان خطباتِ محرم	اردو	720
13	اعلیٰ حضرت کا چرچا رہے گا	اردو	32
14	عید میلاد النبی ﷺ کیوں اور کیسے؟	اردو	165

15	محمد اور احمد کے راز	اردو	160
16	مدینہ جانا کیوں ضروری ہے؟	اردو	276
17	چاند کی گواہی	اردو	64
18	قربانی کی تاریخ اور حکمتیں	اردو	112
19	آنکھوں کا تارانا محمد ﷺ	اردو	176
20	شعبان اور شبِ براءت	اردو	50
21	قرآنی سورتوں کے مضامین	اردو	435
22	خطباتِ شفیقی جلد اول	اردو	477
23	خطباتِ مصطفائی و شفیقی جلد اول	اردو	464
24	خطباتِ مصطفائی و شفیقی جلد دوم	اردو	382
25	خطباتِ مصطفائی و شفیقی جلد سوم	اردو	382
26	تدریس کے 26 طریقے	اردو	400
27	رفیق التدریس	اردو	376
28	تاریخ ساز شخصیت بننے کے فارمولے	اردو	135
29	فیضانِ قرآن کورس	اردو	256
30	فیضانِ شریعت کورس	اردو	700
31	چندہ کرنے کے 19 فارمولے	اردو	160
32	ما فعل اللہ بک؟	اردو	288

528	اردو	تنظیمی نصاب و بیانات	33
145	اردو	امت محمدیہ کے سوالات اور ان کے قرنی جوابات	34
98	اردو	درود کی حکمتیں	35
402	اردو	شفیق المصباح شرح مراح الارواح	36
190	اردو	شفیقہ شرح الاربعین النوویہ	37
200	اردو	شفیق النحول حل خلاصۃ النحول	38
200	اردو	شفیق النحول حل خلاصۃ النحول دوم	39
192	اردو	القول الاظہر شرح الفقہ الاکبر	40
717	اردو	شارق الفلاح شرح نور الایضاح	41
300	اردو	خلیلیہ شرح مناظرہ رشیدیہ	42
372	اردو	کلام الوقایہ (اردو شرح) شرح الوقایہ جلد اول	43
390	اردو	کلام الوقایہ (اردو شرح) شرح الوقایہ جلد دوم	44
375	اردو	صرف کے دلچسپ سوالات	45
32	اردو	ختم قرآن کی فضیلت اور مسائل	46
64	اردو	گلشن وظائف	47
592	اردو	آگرہ کے 283 اولیائے کرام کی سیرت	48
208	اردو	فتحپور سیکری کی تاریخ	49
64	اردو	شیخ سلیم چشتی کی سیرت	50

400	اردو	آگرہ کی تاریخ	51
160	اردو	آگرہ کے مقدس مقامات	52
208	اردو	ہندوستان کو مسلم بادشاہوں کے تحفے	53
300	اردو	افتخارِ نقیہ المعروف فرزندِ آگرہ	54
514	اردو	تذکرہ وصال المعروف اولیاء کا وصال در مہینہ و سال	55
200	اردو	کامیاب کاروبار کرنے کے 63 فارمولے	56
160	اردو	حرفوں کے راز	57
164	اردو	حج افراد کرنے کا آسان طریقہ	58
164	اردو	حج تمتع کرنے کا آسان طریقہ	59
164	اردو	حج قرآن کرنے کا آسان طریقہ	60
125	اردو	عمرہ کرنے کا آسان طریقہ	61
400	اردو	اہل بیت کی پیاری سیرت	62
200	اردو	تسلیم التوقیت	63
200	اردو	انوارِ فلکیات	64
200	اردو	فیضانِ تقویم	65
43	اردو	صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی عظمت	66
57	اردو	صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی سیرت	67
60	اردو	فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی سیرت	68

60	اردو	عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی سیرت	69
69	اردو	مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی سیرت	70
73	اردو	فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی سیرت	71
50	اردو	امام حسن رضی اللہ عنہ کی سیرت	72
60	اردو	امام حسین رضی اللہ عنہ کی سیرت	73
163	اردو	آسان اسلامی عقائد	74
140	اردو	عقائد اور دلائل	75
48	اردو	بدعت اور تقلید	76
37	اردو	تہتر فرقوں کا تعارف	77
76	اردو	انوارِ طہارت	78
272	اردو	تحفہ نماز	79
60	اردو	میت سے تدفین تک	80
40	اردو	روزے کے احکام و مسائل	81
40	اردو	نورِ زکوٰۃ	82
92	اردو	دستورِ نکاح اور طلاق	83
45	اردو	قسم اور سزاؤں کا بیان	84
126	اردو	63 انوکھی معلومات	85
72	اردو	63 انوکھے سوالات	86

48	اردو	63 انوکھے چٹکے	87
42	اردو	63 انوکھی پہیلیاں	88
117	اردو	63 انوکھی حکمتیں	89
158	اردو	63 انوکھی حکایات	90

مصنف کی ہندی کتابیں

ش	کتاب کا نام	زبان	صفحات
1	دین اسلام کی خوبیاں	ہندی	80
2	اسرار الایمان فی حقائق الارکان	ہندی	423
3	میری سنت میری امت	ہندی	231
4	کیا حال ہے؟	ہندی	220
5	موت کے وقت	ہندی	282
6	عقائد کی حکمتیں	ہندی	153
7	پانچ نمازوں کی حکمت	ہندی	152
8	سب سے پہلے سب سے آخر	ہندی	276
9	قصور کس کا؟	ہندی	64
10	آسان خفی نماز	ہندی	96
11	آسان فرض علوم	ہندی	696

720	ہندی	مختصر اسلامی ہسٹری	12
32	ہندی	اعلیٰ حضرت کا چرچا ہے گا	13
165	ہندی	عیدِ میلاد النبی ﷺ کیوں اور کیسے؟	14
128	ہندی	محمد اور احمد کے راز	15
276	ہندی	مدینہ جانا کیوں ضروری ہے؟	16
64	ہندی	چاند کی گواہی	17
112	ہندی	قربانی کی ہسٹری اور حکمتیں	18
160	ہندی	آنکھوں کا تار انام محمد ﷺ	19
50	ہندی	شعبان اور شبِ براءت	20
640	ہندی	آگرہ کے 283 اولیائے کرام کی سیرت	21
208	ہندی	فچپور سیکری کی ہسٹری	22
400	ہندی	آگرہ کی ہسٹری	23
208	ہندی	ہندوستان کو مسلم بادشاہوں کے تحفے	24
64	ہندی	سرتاجِ آگرہ اور 29 اولیائے کرام کی سیرت	25
48	ہندی	تاجِ گنج کے 12 اولیائے کرام کی سیرت	26
48	ہندی	لوہامنڈی کے 12 اولیائے کرام کی سیرت	27
64	ہندی	ہینگ کی منڈی و نائی کی منڈی کے 17 اولیائے کرام کی سیرت	28
32	ہندی	سکندرہ اور اطراف کے 14 اولیائے کرام کی سیرت	29

30	سرائے خواجہ اور اطراف کے 6 اولیائے کرام کی سیرت	ہندی	32
31	شاہ گنج اور اطراف کے 13 اولیائے کرام کی سیرت	ہندی	32
32	بیلن گنج اور اطراف کے 29 اولیائے کرام کی سیرت	ہندی	64
33	نئی بستی اور دیوان خانہ کے 8 اولیائے کرام کی سیرت	ہندی	48
34	قبرستان پیر گیلانی کے 5 اولیائے کرام کی سیرت	ہندی	32
35	قبرستان پنج کوئیاں کے 8 اولیائے کرام کی سیرت	ہندی	32
36	آگرہ کے غوث اور 8 اولیائے کرام کی سیرت	ہندی	32
37	جننا پار آگرہ کے 12 اولیائے کرام کی سیرت	ہندی	32
38	مرزا خاندان کے 4 اولیائے کرام کی سیرت	ہندی	32
39	آگرہ کے مقدس مقامات	ہندی	160
40	شیخ سلیم چشتی کی سیرت	ہندی	64
41	کامیاب کاروبار کرنے کے 63 فارمولے	ہندی	200
42	اہل بیت کی پیاری سیرت	ہندی	400
43	گلشن وظائف	ہندی	64
44	حج افراد کرنے کا آسان طریقہ	ہندی	164
45	حج تمتع کرنے کا آسان طریقہ	ہندی	164
46	حج قرآن کرنے کا آسان طریقہ	ہندی	164
47	عمرہ کرنے کا آسان طریقہ	ہندی	125

شانِ آگرہ حضرت مولانا ابو شفیق محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری
کی کل تصنیفات 137 ہو چکی ہیں الحمد للہ علی احسانہ

کتابوں کی PDF ڈاؤن لوڈ کرنے کے لیے
اس QR Code کو Scan کیجیئے

